شمعِ رحمانی

تصیح وترتیب: وتذئین

سیدہ شمع نازنین حسنی قادری لاہوری

مکتبۃ القیوم
ملک جلال دین ہسپتال ۱۵۔ اُردو بازار لاہور

Www.Madaarimedia.Com

دم مدار
بیڑا پار
MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

یارب العالمین جل جلالہ

جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— شمعِ رحمانی

مُصنفہ ——— سیّدہ شمع نازنین حسنی قادری لاہوری

ناشر ——— مکتبہ القیوم

تابع ——— میاں مُحمد مقصود

مطبع ——— ایم ایم پرنٹنگ ایجنسی

کمپوزر ——— میاں مُحمد محبوب

0300-0321-0334
9 4 6 9 8 7 8

قیمت ——— =/350 روپے

مکتبہ القیوم

ملک جلال دین وقف ہسپتال ۱۵۔ اُردو بازار لاہور (پاکستان)

شمعِ رحمانی

مصنفہ: سیّدہ شمع نازنین حسنی قادری لاہوری

فہرست

نمبر شمار	باب	عنوانات	صفحہ نمبر
		تعارف (مصنفہ)	6
۱	پہلا باب	حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ بشارت و پیدائش۔ اسم گرامی۔ ولادت۔ ایام طفولیت میں آثار سعادت۔ مرشد و استاد۔ مرشد کی بارگاہ میں حاضری۔ ترک وطن۔	9
۲	دوسرا باب	نسبت علوی۔ فقر محمدی و فقر فاطمی۔ نسبت صحابہ کرامؓ و امّی عائشہؓ۔ نسبت انبیاء علیہم السلام۔ اولیاء و علماء کی حضرت فضل رحمٰن سے نسبتیں۔ دیگر علماء کے اقوال۔	23
۳	تیسرا باب	مشاہدات، مکاشفات و کرامات۔ شب معراج کا راز۔ ملکہ وکٹوریہ کو فیض۔ شمس کی تابعداری۔ مجلس زہرا میں ظاہری حضوری۔ سالک مجذوب فقیر سیدو میاں۔ بیعت اویسی کا ایک انوکھا واقعہ۔ اجمیر کیوں جاتے ہیں۔ جنات بھی مولانا باباؒ کے تابع تھے۔	56
۴	چوتھا باب	کشف القبور و برزخ۔ مجذوب کا جذب سلب کرنا۔	72
۵	پانچواں باب	عقائد فضل رحمٰنؒ۔ مسئلۂ میلاد شریف۔ گیارہویں شریف۔ محرم الحرام۔ عرس و چہلم۔	77
۶	چھٹا باب	بعض الزامات کے جوابات۔ مولوی اسحٰق دہلوی سے درس۔ الزام کان کا کٹ جانا۔ الزام ذریعۂ معاش کا۔	80

۷	ساتواں باب	غذا۔ سخاوت۔ واقعات وصال۔ فتنۂ دفن و سجادگی۔ ارواح عالیہ کی شرکت دفن۔ ظہور دستگیری بعد وصال۔ بلگرام شریف میں مولانا بابا کا حاضر ہونا۔ بعد وصال اویسی نسبت۔ فیضان قبر انور۔ قبر مبارک سے ادائیگئ قرض۔ عرس شریف۔	83
۸	آٹھواں باب	مشربِ سلسلہ۔ حضرت فضل رحمٰنؒ کے شاگرد و مرید۔	100
۹	نواں باب	ملفوظات	103
۱۰	دسواں باب	حضرت خواجہ آفاق دہلویؒ۔ بیعت و خلافت۔ اذکار و اشغال۔ مجاہدات و معاملات۔ حالت جذب و جلال۔ کرامات۔ جنات کو کابل پھینکنا۔ کشف القبور۔ راجہ آفاق صاحب کے خلفاء۔ ملفوظات۔ وصال مبارک۔ مزار مبارک شہید کرنے والے کا انجام۔ سیدہ بی بی بصیرت رحمت اللہ علیہا۔ بیعت۔ شوہر۔ سیدہ بی بی بصیرت کا مقام و مرتبہ۔ پیغمبرانہ توکل۔ نسب۔ سنت اویسی اور کعبہ کا آنا۔ وصال مبارک۔ مزار شریف۔ فضیلت و خصوصیت مسجد فضل رحمانی	106
۱۱	گیارہواں باب	مولانا فضل رحمٰنؒ اور ان کی آل و اولاد کے حوالے سے مصنفہ اور ان کے رشتہ داروں کے مشاہدات۔ مصنفہ کے حالات زندگی۔ مصنفہ کے والد صاحب کے واقعات و مشاہدات۔ والدہ صاحبہ اور ملاواں شریف۔ میری پیاری نانی جان (افضل النساء)۔ نانی جان کی ساس توقیر النساء صاحبہ۔ بہن کو ملا بڑے بابا سے فیض۔ بیٹے کو ملا نانا جان کی طرف سے اشارہ۔ خلاصۂ تحریر۔ کتابیات فضل رحمانی	115

اظہارِ تشکر

معتبر اہل سلسلہ کی کئی شخصیات میں سے دو صاحبان کا ذکر کر کے اظہار تشکر کرنا میرے لئے ناگریز ہے۔

سب سے پہلے میں قبلہ مظہر فضل رحمانی صاحب کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر "شمعِ رحمانی" کے کتابی نسخہ پر نظر ثانی کر کے اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمایا نیز اُن کے شاگرد و مرید کامران فضل رحمانی (کانپور) کی میں بے حد مشکور ہوں جنہوں نے مستند روایات کی روشنی میں میری تحاریر کو پڑھ کر اُن کو درست انداز میں دائرہ قلم میں لانے کے لیے استادوں والے انداز میں رہنمائی فرمائی۔ میرے ساتھ مسلسل رابطے اور گفتگو میں رہ کر میری تحریروں کی بابت مفید آراء سے نوازا اور اپنے مرشد قبلہ مظہر فضل رحمانی صاحب کے قیمتی مشوروں سے میرے مسودہ کو غلطیوں سے مبرا کرنے میں بھر پور معاونت کی۔

ساتھ ہی محمد مقصود صاحب (ایم ۔ ایم پرنٹنگ ایجنسی) کی بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے میری علمی و روحانی کاوش کی اشاعت کو نہایت مختصر وقت میں کتابی صورت عطا کی۔ امید ہے کہ وہ اس کار خیر کو آئندہ بھی سرانجام دینے میں میرے مددگار ثابت ہوں گے۔

اللہ کریم اس اشاعت کو پڑھنے والوں کے لیے اصلاح کا ذریعہ بنائے اور تمام صاحبان کی خدمات کو قبول فرما کر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

مصنفہ: سیّدہ شمع نازنین حسنی قادری لاہوری

یکم نومبر ۲۰۲۴ء

گُلہائے عقیدت:

مقدّر سے ہُوا ہے رد میّسر فضل رحمٰں کا
بڑا احسان ہے ہم عاصیوں پر فضل رحمن کا

تعارف

تیرہویں صدی ہجری کی مشہور عالم ہستی جو ہر مذہب وملّت کے لوگوں کے لئے مرجعٔ خلائق بنی رہی اور جس سے فیض لینے کے لئے اس وقت کے اولیاء وعلماء کرام حاضر خدمت رہے جس نے ہر ایک کی مرشدانہ رہنمائی فرمائی اور ہر طالب کو حق شناس بنا دیا۔ میری مراد اویس زماں، مجدّ دوقت، شہنشاہ فقر، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰں محمدی گنج مرادآبادیؒ ہے۔

آپؒ کے زمانے سے لے کر اب تک آپ کی کئی سوانح حیات ظہور پذیر ہو چکی ہیں جن میں سب سے زیادہ مستند ''افضال رحمانی'' اور ''رحمت ونعمت'' ہیں کیوں کہ یہ مولانا باباؒ کے پر پوتے حضرت شاہ افضال الرحمنؒ نے حضرت کے خاص الخاص خلفاء وخدّام، صحیح روایات بیان کرنے والے مریدوں کے خطوط اور رحمت اللہ شاہ صاحب (مولانا بابا کے بڑے پوتے) اور خانواد کے بزرگانِ دین سے سن کر تمام واقعات کو جمع کر کے کتابی شکل دی۔

کتب بینی سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کرام کی خدمت میں مولانا بابا علیہ الرحمہ پر لکھی جانے والی کتب میں ایک نئی کتاب کا مزید اضافہ ہو رہا ہے جس کا نام ''شمعٔ رحمانی'' ہے۔ اس کتاب کو ترتیب دینے کی سعادت مجھ ناچیز کو حاصل ہوئی۔

بعض کتابیں غیر مقلدین نے ایسی لکھی ہیں کہ جن کو پڑھ کر آپ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی شان میں سخت گستاخی معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو حکومت برطانیہ کے زمانے میں حاسدوں اور شر پسند لوگوں نے ہیر پھیر کر کے واقعات لکھ دیئے ہیں۔ اس لئے میں نے تمام تحقیقات کر کے صرف درست روایات کو ہی قلمبند کیا ہے۔

میرا خاندانی پس منظر کچھ یوں ہے کہ میں اپنے والد کی جانب سے حسنی اور والدہ کی

جانب سے حسینی سیّد ہوں۔ میرے والدین جب ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے کراچی کو رونق بخشی۔ میں ۱۹۵۷ء میں کراچی میں پیدا ہوئی۔ وہیں سے گریجویشن کیا۔ طالب علمی کے دور سے ہی مختلف میگزین میں مضامین تحریر کئے۔ بچوں کے لئے سبق آموز موضوعات پر لکھا۔ نیز تحریری مقابلوں میں شرکت کر کے کئی انعامات حاصل کئے۔ غیر معمولی صلاحیت اور قابلیت کی بنیاد پر سرکاری سکول میں استانی کے فرائض انجام دے کر سبک دوش ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی حیات مبارکہ پر کتاب لکھنے کی وجہ خالص روحانی نسبت ہے کیوں کہ میرے نانا جان سید ابرار حسین ملاواں شریف کے باسی تھے اور خاندان فضل رحمٰن کے بڑے معتقد تھے۔ پھر قدرت خدا کی دیکھئے کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ سے رشتہ داری کا بندھن کچھ یوں بندھا کہ حضرت رحمت اللہ میاں (مولانا بابا کے بڑے پوتے) کی شادی میری والدہ صاحبہ کی پھوپھی جان (مسیحابی بی) سے ہوئی اور بڑے بابا کی بڑی بہن عابدہ بی بی (مولانا بابا کی پوتی) کا عقد مبارک میرے نانا کے محترم ماموں جان سے ہوا پھر میری بڑی خالہ حسین بیگم مولانا شاہ احمد الرحمن المعروف حضرت محمد میاںؒ سے رشتۂ ازواجِ اوّل میں منسلک ہوئیں۔

میری ننھیال ملاواں شریف میں رہائش پذیر تھی چنانچہ میرے نانا و نانی جان، ماموں اور خالائیں سب مولانا باباؒ کے گھرانے سے روحانی طور پر وابستہ تھے۔ اس لئے میں نے مولانا بابا علیہ الرحمہ سے اپنی نسبت کو پختہ کرنے کے لئے اپنے فرزند کا نام فضل رحمٰن رکھا۔

کئی سال پہلے بیٹے کی تعلیم کے سلسلے میں کراچی سے لاہور ہجرت کرنا پڑی یوں پندرہ سال سے لاہور میں مقیم ہوں اور داتا کی نگری میں رہ کر ''شمع، گنج مرادآباد'' کا فیضان عام کر رہی ہوں۔ ''شمعِ رحمانی'' کے نام سے عاشقین فضل رحمٰن کے لئے ایک عمدہ تحفہ تحریر فرمایا ہے۔

امید ہے کہ کتب بینی کرنے والے قارئین اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے کیوں کہ اس میں بہت قریب سے مشاہدات میں آنے والے واقعات پڑھنے کو ملیں گے اور معلومات میں اضافے کا سبب بنیں گے۔

گذشتہ پندرہ سال سے یہ ناچیز بندی خواتین کے دینی مدرسہ سے منسلک ہو کر دین متین کی خدمت میں کوشاں ہے اور سنت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی ادا کرتے ہوئے خواتین کو تفسیر قرآن و حدیث، ذکر و اذکار، مراقبہ اور تصوف کی تعلیمات دے رہی ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ کریم صدقۂ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ''شمعِ رحمانی'' کا نور عام کرے اور پڑھنے والوں کے دلوں میں روحانی کیفیت پیدا کر کے راہِ ہدایت پر استقامت و بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین! بجاہِ سید المرسلین!

منجانب: سیّدہ شمع نازنین حسنی قادری لاہوری

دربار فقر حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ

باب اوّل

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن محمدی گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ

تعارف:

تاریخ میں ایسے بہت سے بڑے بڑے اکابرین اولیاء گزرے ہیں جن کے معاملات، رسائی اور ان کی قربت الٰہی دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر میدانِ حشر میں انبیاءؑ وصحابہؓ بھی رشک کریں گے۔ ایسی ہی ایک عظیم ہستی تاریخ میں گذری ہے جس کا شمار اکابرین اولیا کی صف اوّل میں ہوتا ہے۔ اس ذاتِ اقدس کا نام حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ ہے۔

آپؒ کا نام مبارک سن کر اہل باطن واہل ظاہر علماء ومشائخ اور یہاں تک کہ غیر مقلدین کا بھی سر ادب سے جھک جاتا ہے۔ آپؒ کی درویشی کے قائل اہل سنت ہی نہیں بلکہ غیر مقلدین و اہل تشیع بھی ہیں۔ اہل ہنود، یہود و نصاریٰ و دیگر مذاہب کے لوگ بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ خواہ ان کا تعلق دنیا کے کسی بھی گوشے سے ہو۔ راجہ، مہاراجہ، نواب، گورنر، ملکۂ برطانیہ، لیفٹیننٹ ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے روحانی پیشوا مثل قطب، قلندر، ابدال، مجذوب سب آپ کی درویشی وفقیری کے قائل ہیں۔ عرب، شام، ترکی، روم، برطانیہ، چین جیسے ملکوں میں بھی آپ کے عقیدت مند ومریدین ہیں۔

جو لوگ خلاف ملت و مذہب اور خلاف عقیدہ تھے۔ ان کو بھی آپ پر پورا اعتقاد تھا اور یہ بات صرف خلقت انسانی تک محدود نہیں بلکہ عالم جنات وملکوت میں بھی آپ کی شہرت تھی یہاں تک کہ حیوانات بھی آپ کے حکم کی سرتابی نہیں کرتے تھے اور نجوم و ماہ مقدس مثل رمضان و شعبان بھی مثالی صورت لے کر آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر ہم کلام ہوتے اور تابعداری

کرتے تھے۔ پنجتن پاک سے آپ کی نسبت اس قدر تھی کہ اہل تشیع بھی آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے بلکہ بہت سے شیعہ صاحبان بھی آپ سے مرید ہوئے اور ہدایت حق پر پہنچے۔

آپ نے اپنے باطنی علم وعمل کا کوئی درجہ باقی نہ رکھا اور روحانیت کا سب سے بڑا مرتبہ حاصل کیا صرف یہی نہیں علم ظاہری میں بھی آپ نے تمام علوم پر مہارت حاصل کی۔ آپ اپنے وقت کے محدث اعظم و مجدد وقت بھی گزرے ہیں۔ جب علماء کرام کی جماعت آپ سے کہتی کہ آپ ہر بات کا جواب قرآن وحدیث سے کیسے دے دیتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ:

''عاشق کو اپنے محبوب کی ہر بات پتہ ہوتی ہے۔''

صندل کے درخت کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنی فضیلت کو اس طرح چھپاتا ہے کہ رفتہ رفتہ اپنی مہک کو اردگرد کے سو درختوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے صندل کے درخت کو پہچاننا بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خود کو چھپاتا ہے اور یہی اس کی ادا ہے اور یہی ادا آپ حضرت کی ذات اقدس میں موجود تھی جنھوں نے زمانے سے اپنی فقیری چھپالی اور اپنے سچے طالبوں کے اندر عشق، فیض، علم، حلم سب کچھ انڈیل دیا۔

آج حضرت کے خلفاء وشاگردوں کے بڑے بڑے گنبد وآستانے چمک رہے ہیں اور دوسری طرف حضرت کی خانقاہ آج بھی خلوت میں جلوت سمیٹے ہوئے ہے۔ اگر کسی امور میں کامل عقیدت سے پکارا جائے تو آپ کی روح مقدسہ فوراً اپنے طالب صادق کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

تصوف میں ہر ولی کا قلب کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اور اس کو اس نبی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ آپ حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ کی نسبت تمام نسبتوں کا مجموعہ تھی یعنی آپ ''محمدی'' نسبت کے حامل تھے۔ عشق محمدی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی سنت تا حیات ترک نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو آپ نے اس قدر اپنے وجود میں اتار لیا تھا کہ زمانے کے بڑے بڑے اولیاء اللہ بھی آپ کی فنائیت پر رشک کرتے تھے۔ سنت کا تو آپ کے نزدیک بہت بڑا مقام تھا یہاں تک کہ مستحب بھی کبھی ترک نہ ہوئی۔

آپ حنفی تھے مگر باقی امام ثلاثہ کے نزدیک جو کام نامناسب ہوتا اس کو کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ آپ مادر زاد قطب ہیں کشف و کرامات آپ کو فطری طور پر عطا تھے۔ اہل دنیا کے قلب پر جب آپ کی نظر پڑتی تو ان کے قلوب میں بسی دنیا اور نفسانیت کو دیکھ کر آپ رنجیدہ ہوتے اور طالبِ مولیٰ کو آپ ایک نظر میں منزل طے کرا دیتے تھے۔ بارگاہِ اہل بیت میں آپ کی رسائی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مدرس خود آقائے دو جہاں رہے۔ آپ ظاہری طور پر خلق کے درمیان موجود رہتے مگر باطنی طور پر اہل بیت علیہ السلام کی روحانی مجلس میں رسائی رکھتے تھے۔

بشارت و پیدائش:

مولانا باباؒ کے والد ماجد عارف باللہ مخدوم اہل اللہ میاں صاحب حضرت بقیۃ السلف والخلف قطب دوراں مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب لکھنویؒ کے مرید خاص تھے اور خود شاہ صاحب قبلہ اہل اللہ میاں صاحب کو بے حد عزیز و محبوب رکھتے تھے اور بہت کم جدا ہونے دیتے۔

ایک مرتبہ شاہ اہل اللہ میاں صاحب اپنے مرشد شاہ صاحب قبلہ کی پشت مبارک مل رہے تھے کہ یکا یک وہ خلش جو فرزند نہ ہونے سے اکثر دامن گیر رہا کرتی پھر عود کر آئی کیونکہ آپؒ کی دختر صاحبہ جمعیت بی بی کو پیدا ہوئے اٹھارہواں سال تھا۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے یہ کبیدگی از روئے کشف معلوم کر کے متبسم ہو کر فرمایا کہ کیوں میاں اہل اللہ کس فکر میں ہو شاید خلش اولاد ہے پھر خود حکم دیا کہ اچھا اب تم اپنے مکان جاؤ تم کو پروردگار عالم ایک ایسا فرزند عطا کرے گا جو مثل آفتاب دنیا میں روشن ہوگا۔ جس کا فیض مشرق سے مغرب تک ایسا روشن کر دے گا کہ اس کے سامنے دیگر ستارے کے مانند ہوں گے۔ اُن کا نام فضل رحمٰن رکھنا۔

اسم گرامی:

کتابوں میں اکثر مصنفوں نے آپ کا نام ''فضل الرحمٰن'' لکھ کر مخاطب کیا ہے مگر درحقیقت آپ کے نام کا تلفظ ''فضل رحمٰن'' ہے کیونکہ یہ آپ کا تاریخی نام ہے یعنی اسم فضل رحمٰن اور آپ حضرت کی پیدائش کے ہجری سن کے اعداد ایک ہیں یعنی ۱۲۰۸۔

ولادت:

آپ حضرت فضل رحمٰن محمدیؒ جب یکم رمضان ۱۲۰۸ ہجری کو بوقت صبح صادق اس دنیا میں تشریف لائے تو بحرمتِ شریعت تین دن تک آپ نے اپنی والدہ کا دودھ تناول نہیں کیا اور پھر پورا رمضان یہ معاملہ رہا کہ آپ صرف حصہ شب میں ہی دودھ نوش فرماتے۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ مادر زاد درویش ہیں اور شریعت محمدی ﷺ قدرتاً آپ کے خمیر میں موجود ہے۔ آپ کی ولادت سندیلہ نام کی جگہ میں ہوئی۔

ایامِ طفولیت میں آثارِ سعادت:

اُس دور میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ حضرت اہل اللہ شاہؒ کے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان کے مہینے میں دودھ نہیں پیتا ہے تو اس بات کا اس قدر چرچا ہوا کہ جب کبھی رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو مطلع ابر آلود ہوتا تو لوگ بہ وقت مغرب آپ کی والدہ کے پاس آ کر دریافت کرتے کہ کیا آج آپ کے بچے نے دودھ نوش فرمایا ہے؟ آپ کی والدہ بتاتیں کہ ہاں تو وہ یقین کر لیتے کہ شوال کا چاند ہوگیا ہے۔

☆ دو ڈھائی سال کی عمر سے آپ حضرت نے ایسا بولنا شروع کیا کہ جو کلمہ آپ بولتے وہ پُرمعنی ہوتا اور گفتگو میں خاص کشش ہوتی کہ جب لوگ سنتے تو دنگ رہ جاتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ جیسے کوئی معمر بزرگ گفتگو کر رہا ہے۔

☆ قرآن کریم کے درس کے دوران جب سورۂ مریم کی آیت وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا پر سبق آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم جب تین برس کے تھے تو اسی وقت سے طہارت کے واسطے کلوخ (ڈھیلے) لیا کرتے تھے۔

☆ آپ فرماتے ہیں کہ ہماری بہن جو ہم سے اٹھارہ سال بڑی تھیں وہ اور ہماری والدہ گواہ تھیں کہ ہم تین برس کی عمر سے وضو کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اہل محلہ عورتیں آپ کی بھولی و پیاری مگر عاقلانہ باتیں سننے کے لیے آئیں۔ آپ کو تلاش کیا تو آپ کوٹھری میں نماز میں مشغول تھے۔ بچپن سے تہجد آپ کا محبوب شغل تھا اور چار

سال کی عمر سے صوم کے پابند ہو گئے تھے۔

☆ ایک دفعہ دورِ طفلی میں آپ سخت بیمار ہو گئے کہ نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا اور کمزوری کی وجہ سے آپ لیٹ گئے کہ یکا یک سیدہ فاطمہ زہراؓ تشریف لائیں اور آپ کو اپنی گود میں لے کر آغوشِ مادری کی مانند لگا لیا اور پھر حضور غوث الاعظم دستگیرؒ کا ظہور ہوا۔ انہوں نے ایک طرف سے آپ کا بازو تھام لیا اور دوسری طرف سے دوسرے بزرگ نے دوسرا بازو تھام لیا پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ سیدہ فاطمہ زہراؓ واپس تشریف لے گئیں۔ اس کے بعد آپ حضرت اس قدر شفایاب ہوئے کہ جیسے کوئی بیماری ہی نہ تھی۔

☆ دورِ طفلی میں آپ حضرت کے کاشانۂ فقر پر حورانِ بہشت کا اجتماع رہتا تھا۔ آپ نے خود فرمایا کہ جب ہم بچپن میں اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے تو باہر لوگوں نے شور مچایا کہ کوٹھے پر یہ خواتین کیسی کھڑی ہوئی ہیں؟ پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب (حوریں) غائب ہو گئیں۔

☆ خواجہ آفاق شاہ دہلویؒ کے خلیفہ حضرت حیدر علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ جب شاہ فضل رحمٰن چار برس کے تھے تو ہم سے ذکر نفی اثبات، پاس انفاس، مراقبہ کچھ ماہ میں سیکھ کر روحانیت میں ایسا کمال حاصل کر گئے کہ میرے ہی احاطے سے باہر ہونے لگے تو میں نے ان کو مرشد قبلہ خواجہ آفاق دہلویؒ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی۔

☆ آپ زمانۂ طفلی (بچپن) میں ایسی عبارات لکھتے تھے کہ لوگ پڑھ کر تعجب کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب آپ کی تحریروں کو پوشیدہ رکھتے تھے کہ کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔

☆ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جب سات برس کے ہو چلے تو ہم نے ہمیشہ ہوش سے نماز ادا کی۔

☆ ایک مرتبہ آٹھ برس کی عمر میں آپ اپنے والد صاحب کی انگلی پکڑ کر جا رہے تھے کہ راہ میں ایک شاداب کھیت کی بالی توڑ کر اس کی پُھلت و شادابی پر آپ کے والد صاحب

خوش ہونے لگے اور جب آگے چلنا چاہا تو آپ مولانا باباؒ (حضرت فضل رحمٰن کو لوگ مولانا بابا کے نام سے پکارتے تھے) نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ آپ کے والد ماجد سمجھے کہ یہ شاید تھک گیا ہے۔ جب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

''کھیت کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے بالی توڑی ہے یہ حق العباد ہے لہٰذا اس کھیت کا مالک جب تک اجازت نہ دے گا میں نہیں جاؤں گا۔''

اسی دوران کھیت کا مالک بھی آ گیا۔ یہ گفتگو سن کر بولا کہ ''میاں یہ بھی تمہارا ہی ہے اور لے لو!'' پھر جب آپ کے والد صاحب نے وہ بالی کھیت میں پھینک دی تو آپ واپس اپنے والد کے ہمراہ ہو گئے۔

☆ آپ حضرت فضل رحمٰن کی عمر مبارک نو سال بھی نہ ہوئی تھی کہ سر سے سایۂ پدری اٹھ گیا۔ اس زمانے میں جب قحط پڑا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے گھر کا دروازہ بند کر دیا کہ کسی کو حال کی خبر نہ ہو۔ حالانکہ آپ کے قریبی عزیزوں میں کافی لوگ خوشحال و مالدار تھے جن سے مالی امداد کی اجازت شرعی ہے لیکن آپ کی والدہ صاحبہ گھر کے درختوں کے پتے اور چھال اُبال کر خود بھی کھاتیں اور مولانا بابا کو بھی کھلاتیں جو چھوٹی عمر ہونے کے باوجود بڑے صبر و شکر سے تناول فرما لیتے اور بجز خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کر کے ''پیغمبرانہ صبر و توکل'' کی غیر فانی مثال پیش کی جو ''فقید المثال'' ہے۔ جن اوقات میں آپ پر غلبۂ بھوک ہوتا تو آپ عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو کر تسکین حاصل کرتے تھے۔

☆ ایک بار مولانا بابا نے فرمایا کہ ''خواجہ میر دردؒ کو ایک فاقہ مہینہ بھر کا ہوا اور دوسرا فاقہ پندرہ یوم کا کرنا پڑا جب شہرت ہوئی اور فقیر تو ڈیڑھ فاقہ میں ہی مشہور ہو گیا۔ یہ تو بھائی خدا کی دین ہے کسی کا کچھ اجارہ نہیں۔'' (ڈیڑھ فاقہ سے مراد آپ کا وہ فاقہ ہے جو آپ نے یکم رمضان بوقت صبح صادق اپنی ولادت کے بعد تین دن تک بحرمت شریعت اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا۔)

☆ آپ حضرت فضل رحمٰنؒ نے خود بیان فرمایا کہ دس برس کی عمر سے بحمد اللہ ہماری کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی۔ ہم ایسے ویسے نماز نہ پڑھتے بلکہ اس عمر سے باجماعت پڑھتے تھے۔

مرشد واستاد:

ویسے تو آقائے دو جہاں اور اہل بیت آپ کے روحانی پیشوا تھے اور آپ اویسی طریقے سے گھرانۂ رسولؐ کے تربیت یافتہ رہے اور آپ نے تعلیم وتصدیق حدیث خود آنحضرتؐ کی باطنی سرپرستی میں کی لیکن دنیا عالم اسباب تو سند کے لیے ظاہری مرشد واستاد کی ضرورت تھی اس لئے آپ خواجہ آفاق دہلوی کے مرید اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد ہوئے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چالیس راتوں تک کلام کیا اور وہاں خلوت میں تعلیم بھی لی مگر ظاہری رہنما کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خضرؑ کے پاس بھیجا۔

حضرت سخی سلطان باہوؒ اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں کہ ''جان لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازل سے جن لوگوں کی ارواح کو تعلیم وتربیت سے مزین فرمایا وہی لوگ محمدی ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ ارواح مادر شکم میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شکم مادر میں بھی تعلیم وتلقین فرمائی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''آدمی ماں کے پیٹ ہی میں شقی بنتا ہے اور ماں کے پیٹ میں ہی سعید بنتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلقین یافتہ ایسا سعید آدمی شکم مادر سے باہر آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کان میں اذان دیتے ہیں اور فوراً اسے تعلیم وتلقین سے نوازتے ہیں۔ ایسا آدمی اعلیٰ درجے کا طالب مولیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیروکار اور اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے جس سے ہمیشہ نیکی ہی سرزد ہوتی ہے۔''

آپ حضرت شاہ فضل رحمٰن کے ظہور ولادت سے لے کر بچپن کے معاملات اور تمام زندگی کے پابندئ شرع وسنت اور عشق الٰہی پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلطان باہوؒ کے مندرجہ بالا قول پر کھرے اترتے ہیں کیونکہ آپ قال اللہ اور قال رسول کے عشق میں پوری زندگی گزار گئے مگر کوئی بھی مستحب ترک نہ ہوئی تو پھر بے ادبی وگستاخی سرزد ہونے کا تو سوال ہی

نہیں پیدا ہوتا۔ ویسے تو اولیاء کرام معصوم نہیں ہوتے مگر اللہ کے بعض محبوب بندے اور خاص الخاص ولی ایسے گزرے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں و گستاخیوں سے محفوظ رکھا ہے۔

آپ فضل رحمٰن اپنے نام میں محمدی اس لئے لگاتے تھے کیونکہ آپ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر قوی رہی کہ آپ باطنی طور پر مجلس محمدی میں حاضر رہتے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس بہ نفس نفیس اپنے اسی جسم اقدس کے ساتھ تشریف لاتے تھے جیسے آنحضرت کے نوری جسد کو صحابۂ کرامؓ نے بھی اپنے زمانے میں موجود پایا۔ اسی وجہ سے بعض اوقات مرید جب آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو آپ کے ساتھ ان کا جمال دیکھ کر وہیں بے ہوش ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہر قابل و ناقص کو بھی زیارت ہو جاتی۔

مرشد کی بارگاہ میں حاضری:

جس وقت مولانا بابا بہ ارادہ بیعت حضرت مرشد کے دولت کدہ کی طرف چلے تو حضرت مرشد نے اپنے خلفا و مریدین کو مولانا بابا کے استقبال کے لئے دور تک بھیجا اور فرمایا کہ:

”وہ اسم با مسمّٰی ہستی میرے پاس آ رہی ہے جس کا ظہور کئی صدی بعد ہوا ہے۔ جس کی مریدی پر مجھ کو فخر ہے۔“

اور یہ جان کر بہت مسرور ہوئے کہ یہ تو ہمارے طریقے کو منور کرنے والی اکمل ذات ہے۔

مولانا باباؒ نے فرمایا کہ حضرت مرشد نے بہ اصرار مجھے پاس بلا کر سینے سے لگایا اور اپنے ہمراہ حرم خانے میں لے جا کر اپنی صاحبزادی اور داماد حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ سے فرمایا کہ مولوی فضل رحمٰن کو نذرانہ دو۔ یہ ایک خاص اولاد ہم کو خدائے قدوس نے اور مرحمت فرمائی ہے۔ اس کامل اکمل ہیرے کا ہم کو انتظار تھا کہ تمام عالم ان کے دریائے فیض سے سیراب ہوگا۔ چنانچہ اسی وقت حضرت مرشد نے مولانا باباؒ کو بیعت فرمایا اور اپنے حجرہ میں ٹھہرا لیا۔ سبحان اللہ! کیا ذات اقدس ہے کہ جس کا پیر انتظار خود کرے وہ مرید نہیں مراد ہوتا ہے۔

☆ ایک روز مولانا اعظم علی شاہ صاحب خلیفۂ حضرت مرشد نے عرض کیا کہ ہم مریدانِ

قدیم پر اتنی عنایت نہیں جتنی مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ پر ہے۔ حضرت مرشد دہلویؒ نے فرمایا کہ ''تم سب کو میں چاہتا ہوں کہ کچھ ہو جاؤ اور فضل رحمٰن کو اللہ چاہتا ہے۔ پس جسے خدا چاہتا ہے اسے میں بھی چاہتا ہوں۔''

☆ تیسرے ماہ حضرت مرشد نے یہ کہہ کر آپ کو رخصت فرمایا کہ ''میاں فضل رحمٰن تمہارا کام انجام پا چکا ہے۔ اب تم جا کر خلق خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔'' چنانچہ آپ واپس ملاواں تشریف لائے۔ ۱۳برس کی عمر میں آپ کا یہ دور ''قطب الارشاد'' کا تھا۔

☆ دہلی سے پہلی واپسی میں مولانا باباؒ نے ملاواں کی مسجد چھتہ ٹولہ میں قیام فرمایا اور ریاضت و مطالعۂ قرآن و حدیث میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے قیام کے دوران ملاواں کے ایک شخص محب علی نے حضرت خواجۂ خواجگان قبلہ محمد آفاق دہلوی صاحب کی خدمت میں فائز ہو کر عرض کی کہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب سے سفارش فرما دیں کہ وہ ہم لوگوں کے حال پر توجہ فرمائیں اور حلقہ ذکر میں بٹھائیں۔ چنانچہ حضرت مرشد نے تحریری خلافت نامہ بھیج دیا اور جب تحریر مولانا باباؒ کی بارگاہ میں آئی تو آپ نے اس کو باادب بوسہ دیا۔ کچھ دن بعد آپ کو ایسا شوق ملاقات نے گدگدایا کہ پھر سفر دہلی فرما دیا لیکن کچھ روز گزارنے کے بعد حضرت مرشد نے پھر آپ کو واپسی کا حکم دے کر دوبارہ افادۂ خلق کی ہدایت فرما دی۔ اس وقت مولانا باباؒ منصب قطب الاقطاب پر فائز ہو چکے تھے۔

☆ خواجہ آفاق دہلویؒ کے ساتھ نماز ادا کرنے میں سوائے خاص الخاص خلفا کے کوئی دوسرا آپ کے پیچھے پشت مبارک کے مقابل کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر خلیفہ علاؤالدین احمد صاحب ہی پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ موسیٰ کا کاولایتی جو آپ کے مرید تھے۔ خلیفہ علاؤالدین احمد صاحبؒ کو ہٹا کر آپ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تو ان کا یہ حال ہوا کہ پہلی ہی رکعت میں اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر انہوں نے نماز توڑ دی اور کپڑوں کو تار تار کر کے اچھلنے کودنے لگے۔ آخرکار جنگل کی راہ لے لی۔ کبھی کبھی اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان کے دونوں رخساروں پر

آنسوؤں کی کثرت روانی سے زخم پڑ گئے تھے۔ ایک' ایک' دو' دو' من پُلاؤ اور دودھ و پانی ایک دم میں کھا پی جاتے تھے۔

☆ ایک بار حضرت مرشدؒ نے حضرت فضل رحمٰنؒ کو امام کیا اور خود اپنے تمام خلفا کے ساتھ مقتدی ہوئے بعد نماز اپنے خلفا سے فرمایا کہ ''میں نے یہاں سے لے کر تمام ملکوں تک بہت سے مشائخوں کے پیچھے نماز ادا کی مگر یہ لذت نہ پائی جوان کے پیچھے پائی۔''

خواجہ مرشد دہلویؒ نے آپ کو بشارت دی تھی کہ:

''آخری دور میں تمہارا شہرہ اتنا بلند ہو جائے گا کہ طالبوں کی کثرت اس قدر ہو گی کہ تم ان سے بھاگتے پھرو گے مگر وہ کو تم نہیں چھوڑیں گے۔''

جب آپ دہلی میں قیام پذیر تھے تو شب کا کھانا کبھی اپنے مرشد کے ہاں کھاتے تو کبھی اپنے استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہاں کھاتے۔ رات کو آپ شاہ صاحب کے یہاں رہتے اور دن میں حضرت مرشدؒ کے پاس جایا کرتے۔

اُستادِ محترم:

مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''ہم جب اول روز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس درس لینے کو گئے تو موصوف نے عام توجہ رکھی بعد درس اس شب کو تو ہم بھوکے پڑے رہے مگر اسی رات حضرت شاہ صاحبؒ نے نہ جانے کیا دیکھا کہ صبح ہی مجھ کو بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا مگر میں بعد مغرب مرشد قبلہ سے اجازت لے کر گیا تو شاہ صاحب قدس سرہ بکمال شفقت پیش آئے اور ہدایت کی کہ آج سے شام کا کھانا میرے پاس کھایا کرو۔

اس شب ہم نے عشاء بعد سے تہجد تک پڑھا پھر یہی معمول بن گیا کہ عشا سے تہجد تک درس اور تہجد کو خدمت مرشد دہلوی میں آ کر وضو و کلوخ وغیرہ کا انتظام کرنا پھر دن بھر خدمت میں رہنا۔ کبھی دن میں بھی شوق حدیث اُکساتا تو مرشد قبلہ کو کشف ہو جاتا اور وہ بہ شفقت فرماتے کہ ''فکر مندی کاہے کی؟ فیض مصطفائی سے تم خود پڑھ جاؤ گے!''

☆ ایک بار شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے حضرت فضل الرحمٰنؒ سے فرمایا کہ ''اگر تم پسند کرو تو ہم

اپنے داماد رشید ظہیر الدین شہید علیہ الرحمہ کو بھی شریک درس کر لیا کریں۔'' تو آپ نے فرمایا ''اتنا شرمندہ نہ کیجئے! آپ مختار ہیں! جسے چاہیں شریک کر لیں۔'' مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے سوائے اپنے داماد کے کبھی کسی اور کو آپ کے ساتھ شریک درس نہیں کیا۔

☆ ایک مرتبہ سید شاہ ظہیر الدین صاحبؒ نے دوران تذکرہ حضرت شاہ صاحب دہلوی سے کہا کہ ''عشا سے تہجد تک مولانا فضل رحمٰنؒ کو باقی شاگردوں سے علیحدہ پڑھانے میں کیا راز ہے؟ تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ''وہ توجہ رسالت سے پڑھتے ہیں۔ ان کو برابر حضوریٔ رسالت حاصل رہنے کی وجہ سے میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ میری راتیں بھی حضوریٔ رسالت میں حدیث وقرآن خوانی میں ساتھ گزرے۔ اسی سعادت کے لئے صرف تم کو اس درس میں بٹھا لیتا ہوں۔ تم تو کبھی کبھی شریک ہوتے ہو میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے علم حاصل کرو کیونکہ مولوی فضل رحمٰن کو مصطفائی و وہبی علوم عطا ہو رہے ہیں۔ سب کچھ تو وہ آنحضرت ﷺ سے پا لیتے ہیں اور پوچھ لیتے ہیں ورنہ اس طرح نہ تو کوئی پڑھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی پڑھ سکتا ہے۔''

☆ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''شاہ صاحب دہلوی اگر مجھے کچھ بتلانا چاہتے تو میں کہہ دیتا کہ حضرت مجھے سب معلوم ہے لیکن کہیں کہیں ان کی تعظیم کی خاطر سن لیتا تھا۔''

نوٹ: یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ تمام اسباق مجلس محمدی ﷺ میں پہلے ہی پڑھ لیتے تھے۔

☆ آپ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''دوران درس اکثر مجھے تنہا درس دیتے اور بیچ بیچ میں مجھ سے پوچھتے جاتے کہ تم اس کا مطلب سمجھ گئے ہو؟ جب تک میں ہاں نہ کرتا آگے نہ بڑھتے اور اگر کبھی مجھے دیر ہو جاتی تو حضرت دہلویؒ جب تک میں نہ آتا انتظار فرمایا کرتے تھے۔

☆ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''جو کتابیں لوگ دو دو برس میں پڑھتے ہم بفضلہٖ الٰہی دس پندرہ دن میں ختم کر لیتے۔ پندرہ روز میں ہم نے بخاری شریف ختم کی اور بخاری شریف

کے اٹھارہ پارے ایک وقت میں ہی پڑھ کے ختم کر لئے تھے تو شاہ صاحبؒ نے ہمیں بہت دعائیں دیں۔''

☆ جب آپ توجہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پڑھ کر دن میں مرشد دہلوی کی بارگاہ میں جاتے تو آپ کا جسد نورِ درخشاں معلوم ہوتا جسے دیکھ کر آپ کے مرشد فرماتے کہ ''اللہ اللہ! یہ نور حدیث!''

☆ مرشد خواجہ آفاق اکثر حاجت مندوں کو دعا کروانے کے لئے مولانا بابا کے پاس بھیجتے تھے اور اپنے خاندان کی مستورات کو مرید کرنے کو کہتے تو آپ مولانا بابا کو شرم آتی مگر تعمیل مرشد بجالاتے اور خدا کی قدرت ان کی حاجتیں بَر آتیں۔

ترکِ وطن:

خلافت نامہ پا کر احترام مرشد کے حکم پر جب آپ نے ملاواں میں ہدایت کا آغاز کیا تو وہاں کے لوگوں نے بجائے قبول نصیحت کے تکلیف دینا شروع کر دی۔ قصبہ کی گلی گلی ذلالت کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ ہر جگہ بزم طرب آراستہ تھی اور رقص و سرور کی محفل گرم رہتی تھی۔ کوئی شطرنج کھیلتا تھا تو کوئی جوا (گنجیفہ) کھیلنے میں مصروف۔ خاص کر آس پاس کے لوگوں میں فسق و فجور پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں ایک خدا پرست ذاکر کی زندگی کیسے بسر ہو سکتی تھی؟

دوسری حالت یہ تھی کہ آپ کی حرم اول کا وصال ہو چکا تھا تو آپ اپنے مرشد کے حکم سے گنج مراد آباد کی جانب ہجرت کر گئے اس لئے کہ اس مقام کو تین ہزار برس پہلے اللہ کے ایک نبی علیہ السلام اور خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے ایک خلیفہ جن کو نو سو برس ہو گئے تھے ان کی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر مولانا باباؒ کی سخت تاکید تھی کہ ''اس آرام گاہ کو خفیہ رکھا جائے۔''

ملاواں شریف سے ترک وطن کر کے جب آپ گنج مراد آباد آئے تو آپ کے ساتھ صرف آپ کی والدہ صاحبہ اور ایک بکری تھی۔ یہ بکری ملازم کا کام کرتی تھی۔ جب آپ کی والدہ صاحبہ کو آپ کو بلانے کی ضرورت ہوتی تو بکری سے آپ کے پاس جانے کا فرماتیں جب آپ کے پاس بکری آتی تو آپ زنان خانے میں تشریف لے جاتے۔ اصل مقصد بکری سے دودھ حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ اس کو چرا کر آپ سنت نبوی ادا کرتے تھے۔

جب آپ گنج مرادآباد تشریف لائے تو یہاں کی حالت ملاواں سے بھی زیادہ خراب تھی۔ اس علاقے میں پٹھانوں اور شیعوں کا قبضہ تھا۔ ایک تو قدرتی تندخوئی یعنی سخت مزاجی دوسرے دولت کا نشہ جسے دیکھئے نخوت سے چُور ہے۔ عیش پرستی ان کا شیوہ تھا۔ ہر ایک کے پاس عیش و عشرت کے لئے جائیداد موجود تھی۔ کہیں طوائفوں کا مجرہ ہوتا تھا تو کوئی سرمست جام پہ جام چڑھائے جاتا تھا۔ یعنی کچھ عجیب ہی رنگ ڈھنگ تھا۔

دوسری طرف پاک دل پہلو میں اور سچی زبان منہ میں، دنیا کے ساز و سامان سے ناآشنا، اللہ کے ذکر میں ایک فقیر مثل چراغ کے اندھیرے میں روشن تھا۔

مرادآباد کے نخوت پسند باشندوں کو آپ کی آمد ناگوار گزری لہٰذا ہر وقت آپ کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے لیکن آپ نے اہل بیت کی سنت کے مطابق صبر سے کام لیا اور ان کی بدکرداریوں کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

سب سے پہلے آپ نے وہاں کی مسجد کی حالت دیکھی جو آج ''مسجد فضل رحمانی'' کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اس خدا کے گھر پر کچھ عجیب بے کسی برس رہی تھی۔ مسجد کی دیواروں کا بوسیدہ پلستر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہا تھا۔ چھت میں چھت گیری کی صورت میں جالے کی ایک چادر تنی ہوئی تھی۔ صحن میں دریوں کی جگہ گھاس پھوس اُگی ہوئی تھی اور جائے نماز کی بجائے چمگادڑوں کی مینگنیوں کا سیاہ فرش تھا۔ اندرونی حصوں میں اس کثرت سے تعزیے رکھے ہوئے تھے کہ سجدہ کرنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ مسجد کے صحن میں کسی بزرگ کا مقبرہ تھا جس میں ہمسایوں نے جانور باندھے ہوئے تھے۔ یہ مقبرہ حضرت سید میر کریم شیر علویؒ کا تھا جو حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ کے مرید تھے اور شہنشاہ عالمگیر کے پیر بھائی تھے۔

آپ نے مسجد سے تعزیے نکال کر باادب دوسرے مقبرے میں منتقل کر دیئے۔ مگر مراد آباد کے بد مذہب باشندوں کو یہ عمل بہت برا لگا اور انہوں نے اودھ (لکھنؤ) کے نواب کے دربار میں جھوٹی خبر پہنچائی کہ آپ نے تعزیوں کو آگ لگا دی ہے تاکہ آپ گنج مرادآباد سے ہجرت کر جائیں۔

مولانا باباؒ نے یہاں کے معززین کو سمجھایا کہ مسجد عبادت کے لئے ہے جب تم نماز پڑھو

گے تو سامنے تعزیہ پر نظر پڑے گی۔ اس لئے تعزیوں کو یہاں سے باادب منتقل کیا گیا ہے مگر بد خواہوں نے ایک نہ مانی لہٰذا شکایت کرنے پر ایک اہلکار مقرر کیا گیا جس نے پورے ماجرے کی تحقیق کی اور مولانا باباؒ پر فرضی الزام کا وجود پایا۔ مولانا باباؒ نے مقبرے میں رکھے ہوئے تعزیے بھی دکھا دیئے مگر اہلکار نے کہا کہ آپ کو لکھنؤ چلنے کی زحمت اٹھانا پڑے گی۔ پھر آپ لکھنؤ روانہ ہوئے اور نواب کے دربار میں بے خوف بادشاہ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اسی دربار میں آپ کے کوئی رشتہ دار بھی موجود تھے جنہوں نے مولانا باباؒ کے فضائل بتائے تو نواب صاحب بڑے احترام سے پیش آئے اور اہلکار نے بتایا کہ سارے تعزیے مسجد کے بجائے مقبرے میں رکھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا نواب صاحب نے معافی مانگی اور دو ہزار نذرانہ پیش کیا مگر مولانا باباؒ نے اس نذرانے کو درباریوں میں تقسیم کر دیا۔

دربار سے واپس آ کر آپؒ نے مرادآباد کو ہی اپنا وطن بنایا اور یہاں دینی تعلیم و تربیت میں لگ گئے۔ ۱۲۴۲ھ (۳۴ برس کی عمر) میں گنج مرادآباد شریف کو بحکم مرشد قبلہ دہلوی وطن بناتے ہیں یہ آپ کا دورِ غوث قبولیت ہے۔ یہاں قیام فرماتے ہی عام مقبولیت و رجوع خلقت کا سمندر پھوٹ پڑتا ہے۔ لیکن ۱۲۵۱ھ (۴۳ برس کی عمر) سے خدائے منعم آپؒ کو منصب فرد الافراد عطا فرماتا ہے۔

☆ گنج مرادآباد میں آپ نے دوسرا نکاح کیا اور آپ کی حرم ثانی سے اول جد بزرگوار حضرت احمد میاں، ایک صاحبزادی بی بی شفقت اور ایک صاحبزادے سید محمد عرف سیدو میاں صاحب جو مادرزاد سالک مجذوب تھے پیدا ہوئے۔

☆☆☆

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

دوسرا باب

حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ کی نسبتیں

(1) نسبتِ علوی:

☆ ایک شخص کو آپ سے بہت بدگمانی تھی کہ ایک رات اس کے خواب میں حضرت علیؓ تشریف لائے اور آپ کی ولایت کے متعلق تذکرہ کیا تو وہ شخص اس دن کے بعد سے آپ کی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔

☆ آپ مولانا بابا شیر خدا کی مجلس روحانی میں اس طرح آتے جاتے تھے کہ جیسے گھر کے بچوں کو ان کے والدین کے پاس اجازت کے بغیر آمد و رفت کی آزادی ہوتی ہے۔

☆ ایک دفعہ قاضی محمد ابرار صاحب آپ کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت کو کچھ روپے نذر کر گیا۔ کچھ دیر کے وقفے کے بعد آپ حضرت مولانا باباؒ نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ "جانتے بھی ہو کیا ماجرا ہے؟" ہمیں ایک ضرورت مند کو کچھ روپے دینے تھے اور ہم کو بہت فکر تھی کہ مولائے کائنات حضرت علیؓ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ فکر مت کرو، روپے آتے ہی ہوں گے۔ پھر تھوڑی دیر بعد یہ شخص آیا اور پیسے دے گیا۔

☆ ایک دفعہ کوئی عالم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کے پاس لوگ مختلف دنیاوی اور روحانی امور کے معاملے میں سوال کرتے رہتے ہیں مگر آپ تو کتابوں کو دیکھے بغیر ان کے ہر سوال کا جواب فوراً شافی طور پر دے کر انہیں مطمئن کر دیتے ہیں۔ اس بات پر آپ نے فرمایا کہ ہم کو تو حضرت علیؓ کی جانب سے پہلے ہی جواب آ جاتا ہے۔

☆ ماہ محرم الحرام میں جب آپ حضرت مولانا بابا کے فرزند و جانشین، قیوم وقت، حضرت احمد میاںؒ کے ساتھ کچھ لوگوں کو انگریزوں نے ایک جھوٹے مقدمے میں حوالات میں قید کر دیا تھا تو کچھ دن بعد آپ کے پاس نصرت علی رحمانی صاحب آئے اور عرض کیا

کہ ''اتنا سخت مقدمہ ہے اور آپ اتنے مطمئن بیٹھے ہیں، کچھ کرتے کیوں نہیں؟'' تو اس بات پر آپ نے فرمایا کہ ہم اس لئے مطمئن ہیں کیونکہ حضرت امام حسینؓ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور اس مقام پر بیٹھ کر فرمایا تھا کہ ''احمد کے معاملے میں تم زبان بھی نہ ہلانا، اب جو کرنا ہے وہ ہم کریں گے، تم مطمئن رہو!'' تو بس ہم مطمئن کیوں نہ ہوں اور رہی بات ماخوذ لوگوں کی تو ان کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دعا کر رہے ہیں۔

کچھ دن بعد جب معاملہ کورٹ میں پہنچا اور سزا کا حکم ہوا تو ایک شخص آپ حضرت کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آج تو احمد کو سزا کا حکم ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی آپ جلال میں آ گئے اور کہا کہ ''کون کہتا ہے کہ احمد کو سزا ہو گی؟ جھوٹا ہے! ابھی ابھی مولا علیؓ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور فرمایا کہ ''احمد چھوٹ گیا'' چنانچہ دو گھنٹے بعد تار آیا کہ احمد میاں چھوٹ گئے ہیں۔

فقرِ محمدی و فقرِ فاطمی:

آپ حضرت شاہ فضل رحمٰن محمدی صاحبؒ کی ذاتِ اقدس اس قدر بلند ہے جس کا اندازہ لگانا انسانی عقل سے باہر ہے۔ آپ صرف باطنی نگاہ سے نہیں بلکہ حالتِ بیداری میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اہل بیت اطہار کا دیدار کرتے اور تربیت حاصل کرتے تھے۔

☆ ایک دفعہ آپ سیدہ فاطمۃ زہراؓ کی مجلس کے باہر ادباً حاضر تھے۔ مولائے کائناتؓ نے آپ سے فرمایا کہ ''اندر جاؤ!'' تو آپ کو شرم محسوس ہوئی پھر شیرِ خداؓ نے فرمایا کہ ''ہم کہہ رہے ہیں کہ اندر جاؤ!'' جب آپ اندر گئے تو سیدہ فاطمہ زہراؓ نے آپ کو اپنا بیٹا کہہ کر آغوشِ مادری سے لگا لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر رخصت کر دیا۔

آپ مولانا باباؒ کو ''فقرِ محمدی اور فقرِ فاطمی'' دونوں فطری طور پر عطا تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ''میری نسبت وہبی ہے'' یعنی اللہ کی جانب سے ہے۔

آپ کو صوفیائے کرام نے ''اویس زماں'' کہا ہے۔ اویس وہ ہوتا ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے جسد پاک کے ساتھ اس طرح دیکھتا ہے جس طرح صحابہ کرامؓ اپنے دور میں دیکھتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔

☆ ایک دفعہ کوئی پیرزادہ آپ کے حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو آپ حضرت نے فرمایا کہ "میاں کیسے بے ہوش ہوئے؟" تو پیرزادہ نے عرض کی کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال دیکھ کر بے ہوش ہو گیا تھا۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "ارے میاں! بس ایک ہی جھلک میں یہ حال کر بیٹھے! اللہ اکبر!

نکتہ غور طلب ہے کہ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہ جانے کتنی دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جسد مبارک کے ساتھ ظاہری طور پر دیکھتے اور ان کی صحبت میں فیض حاصل کرتے تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "بس ایک ہی جھلک میں تمہارا یہ حال ہو گیا!"

بعض بزرگ سالہا سال وظائف کرتے ہیں تب کہیں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوتے ہیں اور خواب ہی میں حکم وہدایت حاصل کرتے ہیں۔

بعض بزرگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اک نور کی شکل میں اپنا دیدار کراتے ہیں اور بعضوں کو حالت مراقبہ میں دیدار ہو جاتا ہے۔ بعض صوفیائے کرام کو نورانی حجاب کے پیچھے سے صرف کلام کے ذریعے تعلیم عطا کرتے ہیں اور بعضوں کو اپنی مجلس میں روحانی طور پر مخاطب کر کے دیدار کراتے ہیں۔

مگر آپ حضرت شاہ فضل رحمٰن کا فقر محمدی کا یہ عالم تھا کہ اکثر آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جسد مبارک کے ساتھ اپنے حجرے میں موجود پاتے اور ان کے پیچھے دائمی نماز بھی ادا کرتے تھے۔

☆ **قال رسول رضی اللہ عنہا "الفقر فخری والفقر منی"**

ترجمہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔"

فقر کی دولت اہل بیتؓ سے ہے اور یہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی چوکھٹ سے ملتی ہے۔ ہر ولی کی ولایت حضرت علیؓ سے ہے مگر فقر تک وہی پہنچتا ہے جس کو سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی بھی قربت خاص حاصل ہوتی ہے۔ فقر تصوف کی انتہا اور سب سے دشوار راہ ہے۔

☆ آپ حضرت فضل رحمٰن محمدی علیہ الرحمہ کی شان تو یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ زہراؓ نے آپ کو

اپنی آغوش مادرانہ سے لگا کر اپنا بیٹا فرمایا ہے اور اس طاہر و روحانی ممتا میں آپ دورِ طفلی سے ہی پلے بڑھے ہیں۔ جب جب آپ بیمار پڑتے تب تب سیدہ فاطمہ زہراؓ آپ کے پاس ''عالم رویا'' اور بعض اوقات ''عالم ظاہری'' میں تشریف لا کر اپنا دستِ شفقت آپ کے سر پر پھیرتیں اور آپ شفایاب ہو جاتے۔

☆ غِناء فقر آپ کو اس قدر عطا تھا کہ اس فقر کے خزانے سے آپ نے بڑے بڑے طالب مولیٰ کو ایک نظر میں منزلیں طے کرا دیں۔ حضرت چاندنی شاہ اور مستان شاہ جیسے فقیروں کو آپ خود روزینہ خرچ کی رقم عطا کرتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر کوئی معاش یا نوکری نہیں کی کیونکہ آپ کو غنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھا۔ اکثر آپ کی مسند سجادہ کے نیچے سے رقم نکلا کرتی تھی اور جب آپ کے اٹھنے کے بعد لوگ گدی کو پلٹ کر دیکھتے تو کچھ نہ پاتے۔ مگر اس تصرف کے باوجود آپ نے اس کا فائدہ ذاتی خرچ میں استعمال نہ کیا بلکہ آپ ایک بقال سے قرضہ لے کر گھر کا سودا خریدتے تھے تاکہ حالت مقروض میں نفس کو تصرف یا باطنی غنا پر تکبر نہ آئے۔ یہ روایت بالکل غلط ہے کہ تشریح قرآن آپ کا ذریعہ معاش تھا۔

☆ ایک دفعہ آپ کو کسی نے کہا کہ حضرت تو بزرگ (ولی) ہیں۔ یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے کہ ''میں بزرگ کیسے ہو گیا؟ بزرگ تو شبلیؒ اور جنید بغدادیؒ تھے۔ محبوب الٰہیؒ تھے میں کیسے بزرگ ہو گیا؟'' آپ ہمیشہ خود کو فقیر کہتے تھے۔

☆ حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ اپنے والد کی جانب سے اکتیس واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں آتے ہیں مگر والدہ کی جانب سے سید ہیں۔ اس لیے آپ مولیٰ علیؓ و سیدہ زہراؓ کے نواسوں میں ہوئے تو جو نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد ابوبکرؓ کو سیدہ زہراؓ اپنا دیدار کرا کے آغوش مادرانہ میں کیسے لگا سکتی ہیں؟ تو ان کو جان لینا چاہئے کہ شریعت میں نانی یا دادی کے لئے ان کی آل کے فرزندوں (نواسوں و پوتوں) سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات نسب سے زیادہ نسبت اعلیٰ ہو جاتی ہے تو سارے معقولات و فلسفے وہیں پر ختم ہو جاتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان رضی اللہ عنہ مِنّی اھل بیتی (حدیث)

ترجمہ: ''سلمانؓ میرے اہل بیت سے ہیں۔''

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح اختیارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلمان فارسیؓ کی نسبت نے ان کو اہل بیت کا حصہ بنا دیا ویسے ہی حضرت فاطمہ زہراؓ سے حضرت فضل رحمٰنؒ کی نسبت اور مادری نسب کے ساتھ خود سیدہ کائنات کی رضا بھی شامل ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا بنائیں۔

الغرض فقیروں میں آپ کی بادشاہی ایسی ہے جیسے سیاروں میں شمس کی ہوتی ہے۔

☆ خدا کی طلب میں ایک نوجوان لڑکا آپ حضرت فضل رحمٰن قبلہ کی خدمت میں آیا تو آپؒ نے آزمائشی طور پر اس کو مسجد سے نکلوا دیا۔ جب دروازہ کھلا تو حضرت احمد میاں علیہ الرحمہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آئے۔ حضرت فضل رحمٰن صاحب نے کچھ نہ فرمایا اس لڑکے نے کہا' "پریم کا پیالہ پلا دو" (یعنی جام عشق الٰہی پلا دو) آپ حضرتؒ نے شربت منگوا کر آدھا خود نوش فرمایا اور آدھا اس کو پلا کر فرمایا' "چلا جا" وہ لڑکا کامیاب ہو کر چلا گیا۔

☆ حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب جب حضرت قبلہ فضل رحمٰن صاحب سے بیعت و مرید ہو گئے تو حضرت قبلہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اندر جو کچھ بھی ہو لے آؤ اس وقت چنوں کے علاوہ اور کچھ کھانے کو نہ تھا تو حضرت قبلہ نے اُن کو چنے دے کر کہا کہ' "یہ لو! ہم نے تم کو کھانے کے لیے دنیا دی" پھر ایک پان منگوا کر عنایت فرمایا اور کہا' "یہ لو! پان عرفان (معرفت) کا"۔

☆ ایک صاحب تھے جو تذکرہ مشائخ (بزرگوں کی سوانح و معاملات) تحریر کرتے تھے' انہوں نے جب کسی کو حضرت قبلہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے حضرت فضل رحمٰن صاحب کی خدمت میں بھیجا تو آپؒ نے فرمایا۔" ہمارا حال کچھ بھی نہ لکھو لیکن ان سے کہہ دینا کہ' فضل رحمٰن سبھی کو درکار ہے"۔

☆ حکیم عظمت حسین صاحب نے بتایا کہ حضرت ریتا شاہ صاحب کا ایک مرید سب

سے ”پھر مانگ“ لکھاتا پھرتا تھا مگر کوئی نہ لکھتا پھر وہ گھومتا پھرتا گنج مرادآباد آیا۔ یہاں لوگوں نے جو بھی نقد و جنس سے ہر طرح اس کی خدمت کرنا چاہی لیکن ”پھر مانگ“ کہنے کے سوا وہ راضی نہ ہوا۔

اتفاق سے مولانا باباؒ بیرونی قطعہ سے مسجد کی طرف آرہے تھے تو اس سے فرمایا کیا حجت کرتے ہو؟ اس نے کہا فقط ”پھر مانگ“ لکھانا چاہتا ہوں مگر کوئی لکھنے والا ہی نہیں۔ آپؒ نے فرمایا: ”کیا بڑی بات ہے“ اور آپ مولانا باباؒ نے تحریر فرمایا۔

”تو وہ داتا ہے کہ میری نہیں دینے سے تجھے
لذتِ جُود سے پھر مانگ سکھایا تو نے“

وہ مرید فوراً قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ ”میری سیری ہوگئی یہ خیال غلط ہو گیا کہ ہندوستان خالی ہے“۔

جب وہ اپنے پیر کے پاس پہنچا تو اس کی صورت دیکھتے ہی ریتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ:
”مولوی گنج مرادآبادی کے علاوہ ”پھر مانگ“ لکھ کر بھلا اور کون دے سکتا تھا“۔

”نسبت صحابہ کرامؓ و امّی عائشہؓ“

(۱) ایک شخص نے اویس دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ میں ایک مقدمے میں ماخوذ ہو گیا ہوں، کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے تو حضرت مولانا باباؒ نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو۔

سرم خاکِ رہِ ہر چار سرور لٰہی
سیدنا ابوبکر و عمرؓ عثمان و حیدر

یہ سن کر کسی نے عرض کیا کہ حضور! مصرعہ ثانی (سیدنا لگانے کی وجہ سے) بڑھ گیا ہے تو آپ حضرتؒ نے فرمایا کہ بڑھ گیا مگر ہمارا ادب تو ساقط نہ ہوا۔

(۲) شاہ الٰہی بخش صاحب فرخ آبادی ناقل ہیں کہ قبل طلوع آفتاب صحن مسجد میں مولانا باباؒ مسائل حدیث بیان فرما رہے تھے۔ طول جلسہ کافی وقت تک رہا مگر دھوپ نمودار نہ

ہوتی تھی کہ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے جلال سے سورج کو گہن لگ جاتا تھا اور اب بھی آپؓ کے غلام ایسے ہیں کہ سورج ان سے شرماتا ہے۔اس کے بعد اختتام پر جب آپ اُٹھ کر چلے تو فوراً دھوپ نکلی۔سبحان اللہ!

(۳) مولانا باباؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک کوڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کو الگ ٹھہرایا۔

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ

پھر آپؐ نے اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا تو اس کا جذام (کوڑھ) جاتا رہا۔حضرت ابوبکر و عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایک بار ایک مجذوم ہمارے پاس بھی آیا تو ہم نے اس کو علیحدہ اتارا پھر اپنے ساتھ کھلایا اور دعا کر دی تو وہ اچھا بھی ہو گیا اور سنت بھی ادا ہو گئی۔

(۴) حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ میں ایسا بیمار ا ہوا کہ کسی کو میرے بچنے کی امید باقی نہ رہی تو ہمارے فرزند احمد میاں صاحب نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امّی عائشہؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کی ابھی بہت عمر ہے، اور پھر صبح کو میں بالکل اچھا ہو گیا"۔

آپ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ زہراؓ اسی طرح ہم کو پیار کرتی ہیں کہ جب بھی میں بیمار ہوتا ہوں تو تشریف لاتی ہیں تو بس اسی وقت سے میں اچھا ہو جاتا ہوں۔

(۵) حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ کے فرزند و جانشین دادا احمد میاں گنج مراد آبادیؒ نے فرمایا کہ اوّل و آخر سات بار درود شریف اور سو بار (سورۃ توبہ کی آخری آیت)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝۱۲۹

پڑھ کر رسول اللہ، بی بی عائشہ صدیقہ اور عترت رسالت کو بخش کر دعا کریں۔

☆ فقیہہ الہند، قطب زماں حضرت مولانا شاہ افضال الرحمٰن المعروف بھولے میاں گنج

مرادآبادی علیہ الرحمہ اپنے پردادا حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کی نسبت اہل بیت وصحابہ کرام کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

خدا کے پنج تن کے چار یاروں کے حسیں جلوے
جناب فضل رحمٰن میں ہیں پنہاں دیکھنے والے

"نسبتِ انبیاء علیہم السلام"

(i) نسبتِ ابراہیمی:

ایک مرتبہ حضرت مولانا باباؒ درس میں فرمارہے تھے کہ "اللہ پاک کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو دوزخ سرد ہو جائے۔" پھر آپ نے آتشِ نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک دفعہ یہاں پر بہت سخت آگ لگی۔ ہماری والدہ صاحبہ بھی زندہ تھیں۔ تمام بستی والے بھاگ گئے مگر ہم کہیں نہ گئے اور دعا کی تو اتنا پانی برسا کہ تمام آگ بجھ گئی اور صبح کو لوگ آکر ہمارے مرید ہو گئے۔"

اہل بستی کا بیان ہے کہ "آگ اس شدت سے لگی تھی کہ مسلسل چوبیس گھنٹے رہی اور زمین میں گڑھا ہوا روپیہ پیسہ بقال (کریانے کی دکانوں) کے وہاں سے پگھل کر بہہ نکلا۔ یہ خدا کی کرامت تھی کہ آگ کی چنگاریاں اگر آپ کے چھپر پر گرتیں تھیں مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کیا مجال جو کچھ جل جاتا۔ آخر ہم ان کا (حضرت ابراہیمؑ) کا نام لیتے ہیں، اتنا بھی اثر نہ ہو؟"

☆ درس حدیث کے وقت آپ حضرت فضل رحمٰنؒ نے معراج شریف کی حدیث "ورایت ابراھیم" پر فرمایا کہ ہم کو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیویاں حضرت ہاجرہؓ اور حضرت سارہؓ بہت پیار کرتی ہیں یعنی لطف وکرم فرماتی ہیں۔

(ii) نسبتِ خضری:

حضرت مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں بہت بھوکا تھا تو ایک شخص سبز

عمامہ باندھے ہوئے کھانا لائے۔ ایسا کھانا اور پانی نہ کبھی کھایا تھا اور نہ کبھی پیا تھا۔ جب میں دہلی گیا تو اس وقت کے بزرگانِ دین سے سارا واقعہ بیان کیا تو ان بزرگوں نے کہا کہ وہ سبز عمامہ باندھے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

☆ ایسے ہی ایک دفعہ آپ مولانا بابا علیہ الرحمہ کو کئی روز کا فاقہ ہوا اور آپ دہلی سے آ رہے تھے کہ جنگل کی ایک جھاڑی سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں مٹھائی کا ایک دونہ تھا۔ آپ نے لے کر کھا لیا۔

ویرزقہُ من حیث لا یحتسب

ترجمہ: ''(اور اللہ) اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔'' یہی اس کی شان ہے۔

☆ ایک مرتبہ آپ جنگل میں تھے مگر وہاں پانی نہ تھا آپ کو تشنگی محسوس ہوئی فوراً ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ کو پانی چاہیئے؟ آپ نے کہا کہ ہاں! پھر وہ غائب ہو گئے تو دیکھا کہ پانی تو کورے برتن میں رکھا ہوا ہے۔ آپ نے پانی پیا اور پھر وضو بھی کر لیا۔

(iii) نسبتِ یوسفی:

☆ ایک روز آپ مولانا بابا قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب آپ سورہ یوسف پر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''ہم کو بھی ہمارے یگانوں نے ایذا پہنچائی مگر خدا نے ہماری جان پر فضل کیا۔''

☆ آپ فرماتے ہیں کہ ''جب تک ہم یوسفؑ زلیخا پڑھتے رہتے تب تک حضرت یوسفؑ سے ہم کو فیض آتا رہتا تھا۔

(iv) نسبتِ موسوی:

☆ حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے کہ راستے میں دریا آ گیا۔ ایک خادم بھی ہمارے ساتھ تھا۔ بغیر کشتی ہم معہ خادم دریا پار اُتر گئے اور دامن

بھی کسی کا تر نہ ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جس کو نسبت موسوی حاصل ہو اس سے یہ کرامت صادر ہوتی ہے۔

☆ قاضی محمد ابرار صاحب نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت مولانا باباؒ نے مجھ کو رخصت کیا اور اس وقت دھوپ بہت تیز تھی۔ خیال آیا کہ شب میں روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ کو کشف سے میرا خیال معلوم ہو گیا تو فرمایا کہ شب کو خدا جانے کیا ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو اللہ پاک نے سایہ دیا تھا۔ کیا عجب ہے کہ اللہ پاک تم کو بھی سایہ دے۔ میں رخصت ہو کر قریب ایک کوس تک پہنچا ہی تھا کہ آسمان پر غبار ہو گیا اور ہوا سرد ہو گئی۔ بہ آرام منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس شب رہزنی ہوئی اور مسافروں کو راہ میں بڑا ہی نقصان اٹھانا پڑا۔

(۷) نسبتِ عیسوی:

☆ حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم ایک گاؤں میں گئے تو دیکھا کہ ایک مسجد ٹیڑھی بنی ہوئی ہے اور اس کا رخ کعبہ کی جانب نہیں ہے۔ اس لئے لوگ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ مگر آپ نے وہیں نماز پڑھی اور تھوڑی دیر وہیں بیٹھے رہے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اب ذرا مسجد کو تو دیکھو! دیکھا تو مسجد بالکل سیدھی کعبہ کی جانب ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''جس کو نسبتِ عیسوی ہوتی ہے اس سے ایسی ہی کرامات صادر ہوتی ہیں۔''

☆ ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا تو ہندوستان میں انگریزوں نے ظلم وستم کرنا شروع کر دیا اور فرنگی جب گنج مرادآباد پہنچے تو وہاں کے لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنے لگے تو حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں مولانا باباؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''اے فضل رحمٰن! تم کچھ بھی فکر مت کرو اور مطمئن ہو جاؤ۔''

اس لئے آپ مطمئن ہو کر وہیں رہتے رہے اور گنج مرادآباد چھوڑ کر کہیں نہیں گئے بلکہ ایک پٹھان کے ساتھ انگریزوں کے لشکر کی طرف جا کر ان کی جانب ایک تیر چلا دیا۔ جس کی

برکت سے فرنگی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور سنتِ رسول ﷺ بھی ادا ہوگئی۔

تصوف میں ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے مگر آپ کا قلب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیرِ قدم پر تھا اس لئے تمام انبیاءؑ کی نسبتیں آپ کی ذاتِ اقدس میں پنہاں تھیں۔

اولیاء و علماء کی حضرت فضل رحمٰنؒ سے نسبتیں

(ا) حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ:

حضرت مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ ہم بانس بریلی گئے تو ہم نے حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ سے ملاقات کی۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی اپنا سامانِ سماع اٹھوا دیا اور ہم کو باعزاز اپنے پاس بٹھایا اور اپنا حقہٗ خاص منگوا کر ہمیں پینے کے لیے اصرار کیا تو ہم نے پی لیا۔ پھر جب ہم رخصت ہوئے تو اپنے خاص خلیفہ کو ہمارے ساتھ کر دیا جنہوں نے ہم کو ایک کوس تک پہنچایا۔

نوٹ: آپ حضرت مولانا باباؒ کے آباؤ اجداد چشتی ہیں اور آپ کے پاس اپنے مرشد خواجہ آفاق دہلویؒ سے چاروں سلاسل کی خلافت ملی تھی۔ جس میں سلسلۂ چشتیہ بھی شامل ہے۔ مگر غلبۂ نقش بندیت کی وجہ سے آپ قوالی سے پرہیز کرتے تھے لیکن اگر کوئی سماع یا قوالی کرتا تو آپ اس کو منع نہیں کرتے۔ اس لئے مذکورہ واقعہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ سماع کے خلاف تھے کیونکہ آپ کے اجداد چشتی ہونے کے سبب سماع سننے کے قائل تھے اور آج بھی آپ کے پردادا مصباح پیا کے آستانے پر سماع و صندل ہوتا ہے۔

☆ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے مسئلہ سماع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ''ہم تو اپنے حجرے میں موجود ہوتے ہیں تو جب کوئی راہ سے گاتا ہوا نکل جاتا ہے تو اس کو سن کر ہمارا قلب بے تاب ہو جاتا ہے اور رہی بات حضرت شاہ نیاز صاحبؒ کی سامان سماع اٹھوانے کی تو انہوں نے حضرت فضل رحمٰنؒ کے غلبۂ نقش بندیت کو دیکھ کر اس نسبت کی تعظیم میں ایسا کیا تھا۔

(۲) پیر سید شاہ علی حسین اشرفی میاں جیلانی کچھوچوی:

ایک دفعہ آپ سید اشرفی میاںؒ مولانا باباؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مثنوی مولانا روم سنائی۔ اس بات پر حضرت فضل رحمٰنؒ نے خوش ہو کر ان کو دعا دی ''اے صاحبزادے! جس طرح شمس تبریز کی صحبت نے مولانا روم کو کندن بنا دیا تھا ویسے ہی بہت سے علماء کا قلب آپ کی آتش صحبت میں جل کر محبت کی بو پھیلائے گا اور آپ کا یہ رنگین لباس علما کے قلب کو رنگ دے گا۔''

یہ سن کر حضرت اشرفی میاںؒ قدم بوسی کو جھکے تو فوراً مولانا باباؒ نے اپنے قدموں کو سمیٹ لیا اور آپ کو اپنے گلے لگا لیا۔

(۳) حضرت علامہ اقبالؒ:

منشی امتیاز علی صاحب آستانۂ عالیہ پر حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے ملاقات کے لئے آ رہے تھے تو ڈاکٹر محمد علامہ اقبال صاحب نے بھی شوقِ زیارت ظاہر کیا اور آستانہ پر حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ بوقت ملاقات علامہ اقبال صاحب نے مولانا باباؒ سے عرض کیا:

> ''حضور اعلیٰ! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے مجھے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔''

اس بات پر سرکار فضل رحمٰنؒ نے فرمایا کہ:

> ''والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے تم اپنے اندر وہ عشق اور وہ جذبات پیدا کرو کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود نگاہِ کرم تمہاری طرف اٹھ جائے۔ یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔''

کمال کی بات یہ تھی کہ حضرت فضل رحمٰنؒ تو وصل رسالت کرانے کے لئے مشہور تھے۔ وصل سے مراد جس کو چاہتے اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیتے تھے۔ آپ نے بہت سے محدثین، علمائے کرام اور پیرزادوں کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش بھی کرایا تھا۔ اسی وجہ سے ہر کوئی آپ سے ملنے کو بیتاب رہتا تھا۔

جب علامہ اقبال نے بھی آپ مولانا باباؒ سے یہ خواہش ظاہر کی تو آپ کی نظر ولایت دیکھ رہی تھی کہ یہ شخص اقبال سے علامہ اقبال بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس میں عشق کی آگ تو موجود ہے بس اسے اور مزید بھڑکانے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ نے اُن پر نگاہ کرم ڈالی اور دعا فرمائی۔ اسی ملاقات کے بعد علامہ اقبال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوا کروڑ بار درود شریف پڑھا اور پھر ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا کرم ہوا کہ وہ اقبال سے علامہ اقبال بن گئے۔

آج شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو علامہ اقبال کی ذات سے واقف نہ ہو۔ اس واقعہ کے بعد زبان سے یہی نکلتا ہے کہ:

نگاہِ ولی میں جو تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(۴) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابریؒ:

آپ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کی ذات کامل اکمل، جامع کمالات، صوری و معنوی (ظاہری و باطنی) ہے مگر آپ مولانا باباؒ ادب و عاجزی میں یہی فرماتے تھے کہ انسان تو جامع ذوالات ہیں۔ جامع کمالات تو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

☆ ایک بار مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا شاہ احمد حسن کانپوری بہ معیت سید محمد علی مونگیری آستانۂ عالیہ پہنچے تو شب ہو گئی۔ عبدالغنی صاحب اور احمد حسن صاحب ایک دکان میں ٹھہر گئے اور مونگیری صاحب خانقاہِ فضل رحمانی آ گئے۔ جب سید صاحب فائز خدمت ہوئے تو مولانا صاحبؒ نے از روئے کشف فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں رہ گئے۔ الغرض وہ دونوں بھی بلوائے گئے تو مولانا باباؒ نے مولوی احمد حسن کانپوری سے فرمایا کہ ابھی ابھی تمہارے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب عالم روحانیت میں مجھ سے توجہ لے کر گئے ہیں۔

گو یہ بظاہر غیب دانی کے مشابہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے دل ایسے منور

ہوتے ہیں کہ اس کے ذریعے جدھر التفات کرتے ہیں سب کھل جاتا ہے اور بعض کا تو یہ حال ہے کہ عرش سے فرش تک سب نظر آ جاتا ہے۔

☆ حضرت شاہ سلیمان پھلواریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پیر حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس میں نے حضرت مولانا باباؒ کے ایک مرید کو حزب البحر کے کچھ نسخے لکھ کر بھیجے۔ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نسخے میں نے بھیجے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور جب یہ معلوم ہوا کہ جس کے ذریعے بھجوائے ہیں وہ مولانا باباؒ کے مرید ہیں تو بڑے ذوق وشوق سے ان مرید سے فرمایا کہ ''کیا تم مولانا فضل رحمٰن کے مرید ہو؟ ہاہاہاہا ارے! وہ تو ہمارے چاچا پیر ہیں! ایک بات بتاؤں دیکھو میری حیات میں کسی سے مت کہنا کہ حضرت فضل رحمٰن ہر شب جمعہ کو حرم شریف میں ہم سے ملاقات کرتے ہیں۔ واللہ اعلم نجانے کیا راز ہے!''

(۵) حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقش بندیؒ:

حضرت سید مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے ممتاز خلیفہ حضرت غلام علی دہلوی آپ مولانا باباؒ کو بچپن میں دیکھ کر فرماتے تھے کہ یہ وہ آفتاب ہے جو مشرق سے مغرب تک چمکے گا اور جب آپ مولانا باباؒ دہلی گئے تو شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو اپنی مسند پہ بٹھایا اور فرمایا کہ ''میں نے آج تک سوائے خواجہ شاہ آفاق کے کسی اور کو نہیں بٹھایا۔''

(۶) حضرت سید شاہ عبدالرحمٰن موحد لکھنوی چشتیؒ:

مولانا باباؒ کی ولادت کے ایک ہفتہ بعد آپ کے والد اہل اللہ میاں آپ کو حضرت عبدالرحمٰن لکھنوی کی بارگاہ میں لے گئے تو آپ نے حضرت فضل رحمٰن صاحب کے کان میں اذان دی۔ تیسرے برس کے آغاز میں پھر حضرت کے والد آپ کو حضرت مخدوم عبدالرحمٰن کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے آپ کی ''رسم بسم اللہ'' ادا فرمائی۔

☆ آپ مخدوم صاحب نے اپنا لعاب دہن مولانا باباؒ کے منہ میں ڈال کر قطبیت ہند کی بشارت دی کہ یہ لڑکا ہندوستان کا قطب ہوگا اور آپ کے بارے میں فرمایا کہ ''ایسی

ذات چار سو سال کے بعد ظہور میں آئی ہے۔''

☆ جب حضرت فضل رحمٰن کم سنی کے دور میں مخدوم عبدالرحمٰن چشتیؒ کی بارگاہ میں گئے تو آپ دور بیٹھ گئے کیونکہ لوگ آپ سے دور بیٹھا کرتے تھے مگر مخدوم صاحب نے اشارے سے آپ کو پاس بلا کر اپنی مسند پر بیٹھایا تو لوگوں کو بڑا ہی تعجب ہوا۔

آپ مخدوم صاحب کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے مگر آپ نے حضرت فضل رحمٰن صاحب کو جو کہ ابھی کمسن تھے ان کو امامت میں آگے کیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن موحد چشتی صاحب لکھنؤ کے بہت بڑے ولی گزرے ہیں۔ ایک دفعہ شیعہ نواب آصف الدولہ نے آپ کی قوالی کی محفل میں تیر چلوا دیئے مگر تمام تیر خانقاہ میں گلاب بن کر گرتے رہے۔

☆ ایسے ہی ایک مرتبہ آصف الدولہ آپ کی خانقاہ میں بے ادبی سے گھس آیا اور تلوار کے وار کرنے لگا تو آپ کا بدن مثل لوہا بن گیا اور تلوار کی ضرب لگانے پر جسم مبارک سے چھن چھن کی آواز آتی رہی اور ان کے جتنے بھی مریدوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے سے تھاما تو ان سب کے بدن بھی مثل لوہا ہو گئے۔

☆ ایک دفعہ صاحب تصنیف ''تقویۃ الایمان'' اسماعیل دہلوی جب لکھنؤ آئے تو آپ کے سامنے کہنے لگے کہ ''فرنگی محلی کے علما بہت گمراہی پر ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ بالا کوٹ سے واپس آ کر ان سے جنگ کروں گا۔''

اس بات پر آپ نے فرمایا: ''صاحب زادے! ایسے نہیں کہتے، جو ایسا ارادہ رکھ کر جاتے ہیں وہ لوٹ کر کبھی واپس نہیں آتے۔'' چنانچہ یہی ہوا۔ اسماعیل دہلوی بالا کوٹ میں مارا گیا۔

(۷) اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ:

اعلیٰ حضرتؒ کے دادا حضرت مفتی رضا علی خانؒ حضرت فضل رحمٰنؒ کے مرید و اجازت یافتہ تھے اور سلسلۂ نقش بندیہ میں لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔

☆ جب اعلیٰ حضرت ماہِ رمضان المبارک میں گنج مراد آباد آئے تو آپؒ کی عمر اکیس سال

اور حضرت فضل رحمٰن صاحبؒ کی چوراسی سال تھی۔

پہلے تو ایک جگہ قیام کر کے آپ کی خدمت اقدس میں اطلاع کروائی کہ ایک شخص بریلی سے ملنے آیا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ:

''یہاں فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ ان کے والد عالم، ان کے دادا عالم اور وہ خود عالم''

پھر بہ شفقت فرمایا کہ ان کو بلا لاؤ۔ بوقت ملاقات اعلیٰ حضرت نے مولانا باباؒ سے میلاد شریف کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''پہلے تم بتاؤ، خود بھی تو عالم ہو۔''

اعلیٰ حضرتؒ نے جواب دیا کہ ''میں میلاد شریف کو مستحب جانتا ہوں۔'' تو اس بات پر آپ نے کہا کہ ''میں سنت جانتا ہوں۔'' کیونکہ صحابہ کرامؓ جب جہاد میں تشریف لے جاتے تھے تو وہ اپنے اہل وعیال سے کیا کہا کرتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ معظّمہ میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن پاک نازل کیا انہوں نے معجزے دکھائے ہیں، اللہ پاک نے ان کو یہ سارے فضائل عطا فرمائے ہیں۔ مجلس میلاد میں بھی یہی سب بیان ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم محفل میں لڈو بانٹتے ہو اور صحابہ کرامؓ اپنے سر بانٹتے تھے یعنی نبی کریم ﷺ کے نام پر جہاد میں اپنے سر قربان کرتے تھے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرتؒ نے کچھ نصیحت کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ ''تکفیر (کسی کو کافر کہنے) میں جلدی نہ کیا کرو۔''

اس بات پر اعلیٰ حضرتؒ نے سوچا کہ ''میں تو ان لوگوں کو کافر کہتا ہوں جو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرتے ہیں۔''

یہ بات حضرت فضل رحمٰنؒ کو کشف سے پتہ چل گئ تو آپ نے خود ہی اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ ''ہاں ہاں! جو ادنیٰ حرف بھی گستاخی کا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کرے بلاشبہ کافر ہے۔''

اس کے بعد سرکار فضل رحمٰنؒ نے اپنی کلاہ مبارک ان کو پہنائی اور ان کی ٹوپی اتار کر رکھ

دی اور کہا:

''جاؤ احمد رضا! تمہارا نام دنیا میں چمکے گا۔''اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حضرت فضل رحمٰن صاحب سے بیعت کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ حضرت نے فرمایا: ''بیٹا احمد رضا! تمہا احصہ مارھراہ میں ہے تم کو تمہارے مرشد وہاں ملیں گے۔وہاں جاؤ''۔

آج بھی اعلیٰ حضرت کو حضرت فضل رحمٰن محمدیؒ کی عطا کردہ کلہ مبارک بطور تبرک حضرت اظہری میاں صاحب کے بہنوئی حضرت شوکت حسین رضا خان صاحب کے پاس موجود ہے۔ یہ چہارتر کی کلہ گیروہ رنگ کی اور ہاتھ کی سلی ہوئی ہے۔

(۸) حضرت شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتیؒ:

مولانا شاہ وزیر علی لکھنوی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ جی پیلی بھیتی اکثر فرماتے تھے کہ مولانا فضل رحمٰنؒ تو مثل شیر ہیں۔

☆ ایک دفعہ حضرت سلطان بہاؤالدین بدر الہند قادریؒ، حضرت شاہ جی میاں پیلی بھیتیؒ اور حضرت فضل رحمٰنؒ تینوں کلکتہ کے جنگلوں میں سیاحی کر رہے تھے کہ یکا یک خواجہ خضرؑ سے آپ سب کی ملاقات ہوگئی اور خواجہ خضرؑ نے آپ تینوں کو اسمائے الٰہی کی کچھ تعلیمات دیں اور رخصت ہو گئے۔

(۹) حضرت مولانا محمد انوار صاحب فرنگی محلیؒ:

حضرت نور محمد صاحب فرنگی محلی کے والد ماجد حضرت مولانا انوار فرنگی محلیؒ کے بارے میں حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

''انوار صاحب نے ہم کو اپنی مسند پر بٹھا کر بڑی خوشی و شفقت سے پوری ''بیضاوی شریف''، ''کامل قدوری شریف'' اور ''ہدایہ شریف'' مکمل پڑھائی اور خدا کی دین دیکھو کہ ہم کو ان تمام صاحب کتاب (مصنفین) سے فیض آتا۔حتیٰ کہ جب ہم یوسف زلیخا پڑھتے تو حضرت یوسفؑ سے فیض آتا۔''

☆ حضرت انوار صاحب اکثر فرماتے تھے کہ اس لڑکے فضل رحمٰن کا رسول اکرم ﷺ سے خون ملا ہوا ہونے سے خاص قربت وفیض حاصل ہے۔ اسی شرف کی وجہ سے یہ خود پڑھتا چلا جاتا ہے اور اسی لئے میں اس کو بہت چاہتا ہوں۔

(۱۰) حضرت سیدنا قلب علی شاہ حسنی حسینی جعفری مداریؒ:

حضرت قلب علی شاہ مداریؒ سلسلۂ مداریہ کے باکمال بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ حضرت مدار پاکؒ کے بھانجوں کی اولادوں میں آتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت پوری دنیا میں حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کی درویشی وفقیری کی دھوم مچی ہوئی تھی اور آپ فقر کے انتہائی اعلیٰ ترین منصب پر فائز تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لوگوں کو وصل کروانے کی وجہ سے آپ کے آستانے پر علماء، محدثین ودرویشوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔

☆ آپ مولانا باباؒ سے فیض لینے جب دنیا جہاں کے لوگ آتے تھے تو مکن پور شریف تو صرف چالیس کلومیٹر دُور تھا۔ حضرت قلب علی شاہ مداریؒ بھی حضرت مولانا باباؒ کے مقام ومرتبے سے واقف تھے۔ تئیس سال کی عمر میں جب وہ گنج مرادآباد تشریف لائے تو حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ کی عمر مبارک ایک سو چار برس تھی۔ بارگاہ رحمانی میں جب حضرت قلب علی شاہ مداری نے سلسلہ مداریہ کے بہت بڑے اشغال "دعائے محمودیہ" کے چلے کی اجازت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس خواہش کو سنتے ہی آپ مولانا باباؒ نے فرمایا:

"بیٹا! یہ تو تمہارے گھرانے کی ہی چیز ہے اور ہمیں بھی یہ اشغال (وظیفہ) حضرت بدیع الدین شاہ قطب المدارؒ نے ہی عطا کیا ہے' تم جاؤ! ہم مدار پاک سے کہہ دیتے ہیں وہ تم کو عطا کردیں گے"۔

اور پھر حضرت قلب علی شاہ مداریؒ جب حضرت بدیع الدین زندہ شاہ مدار پاکؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو ان پر کرم ہوا اور اُن کو وہ اشغال مدار پاکؒ نے عطا کردیا۔

سب سے بڑی خصوصیت حضرت فضل رحمٰن سرکار کی یہی تھی کہ جو جہاں کا ہوتا اس کو

آپؒ اسی بارگاہ سے فیض وانعامات دلا دیتے تھے۔ ورنہ خود بھی عطا کر سکتے تھے، یہی کامل فقیر کی نشانی ہے۔

☆ **نسبتِ مداریہ:**

دو عورتیں ایک مرض میں اس قدر مبتلا ہوئیں کہ ان کا علاج مشکل تھا۔ مکن پور سے وہ عورتیں گنج مرادآباد آئیں اور مولانا باباؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ناراض ہو کر ان دونوں کو آستانے سے باہر نکال دیا اور کہا کہ ''مکن پور میں حضرت مدار عالم کا اتنا بڑا دربار چھوڑ کر یہاں کیا کرنے آئی ہو؟'' تھوڑی دیر بعد وہ عورتیں لوٹ کر پھر واپس آ گئیں اور کہا کہ حضور ہماری صرف ایک بات تو سن لیں تو مولانا باباؒ نے فرمایا: ''اچھا بتاؤ کیا بات ہے؟'' تو ان مریضہ عورتوں نے کہا کہ ہم کو مدار پاک کے مزار پہ بشارت ہوئی ہے کہ گنج مرادآباد میں مولوی فضل رحمٰنؒ کے پاس جاؤ۔ اس لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ان دونوں کو قیام کی اجازت دی اور دو تین دن میں وہ مرض سے شفایاب ہو گئیں۔

☆ ایک مرتبہ حضرت مولانا مونگیریؒ نے عرض کیا کہ حضرت لوگوں میں مشہور ہے کہ سلسلۂ مداریہ سوخت ہو گیا۔ اب اس میں کوئی ولی نہیں ہوتا تو حضرت مولانا باباؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''دہلی میں ایک روز اہل اللہ کا مجمع تھا اور ان میں حضرت معصوم ایشانؒ بھی تھے۔ اتفاقاً اس طرف سے مداریوں کا غول نکلا۔ بعض کہنے لگے کہ ذرا دیکھو تو سہی ان میں کوئی صاحب نسبت بھی ہے؟ تو حضرت ایشانؒ نے فرمایا کہ ٹھہرو! میں دیکھتا ہوں! پھر کچھ تعامل کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص ان میں صاحب نسبت ہے۔''

اس کے بعد مولانا باباؒ کا ارشاد ہوا کہ ''بھلا تم ہی بتاؤ کہ دہلی سے لے کر بریلی، مرادآباد تک نقش بندیہ، قادریہ، چشتیہ میں کون شخص صاحب نسبت ہے؟ مولانا مونگیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ مولانا باباؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سلسلۂ مداریہ سوخت نہیں ہوا البتہ اس میں کامل کم ہوتے ہیں۔ سواب اور سلاسل میں بھی اہل کمال کی کمی ہے۔

(۱۱) محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ:

☆ حضرت سیّد شاہ سلیمان پھلواری چشتیؒ سلسلہ چشتیہ کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں جو

ننھیالی جانب سے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی آل میں آتے ہیں اور آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صاحب کے مرید ہونے کے سبب فرماتے تھے کہ "اب تو میں چشتیہ ہی چشتیہ ہوں"۔

حضرت مولانا شاہ پھلواری چشتی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی بارہ میں حاضر ہوا تو حضرت کے حکم سے بخاری شریف کا ڈیڑھ ورق پڑھا ہی تھا کہ اچانک معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اور میرے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے اور میں بلاواسطہ حضور اکرم ﷺ سے درس لے رہا ہوں۔ اس حضوری کی ایسی کیفیت تھی کہ الفاظ کا کوئی خیال نہیں پھر حضرت نے فرمایا کہ اب بس کرو اور میری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاؤ' تو میں آنکھ بند کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا: "کہو کیسا رنگ ہے؟" تو میں نے کہا' "حضرت! مجھے تو کوئی رنگ نظر نہیں آرہا" حضرت نے فرمایا: "پھر سے مراقبہ کرو" میں نے کہا' "حضرت! اس بار بھی کچھ نظر نہیں آیا" پھر حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب نے کہا' "عشق ہے ہم کو سلطان جی نظام الدین اولیاء سے" اتنا کہنا تھا کہ حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب کے قلب سے ایک آگ کا شعلہ نکل کر میرے قلب میں سما گیا اور میری ہر رگ و رعشہ میں اس کی حرکت محسوس ہونے لگی اور بیتاب ہو کر میں نے ہائے کا نعرہ لگایا اور تخت سے نیچے گر پڑا۔ حضرت اپنی چارپائی سے اُٹھے اور میرا کاندھا پکڑ کر مجھے اُٹھایا اور کہا' "اتنا کیوں چلاتے ہو؟" جب حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی صاحب کی طبیعت میں افاقہ ہوا تو حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے بہت سی باتیں حقائق و معرفت کی بیان کر کے فرمایا کہ امام بخاریؒ بڑے بزرگ ہیں مگر محبوب الٰہی کچھ اور چیز ہیں۔ جس کا جی چاہے وہ دہلی میں ان کی قبر پر جا کر دیکھ لے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت فضل رحمٰن کے وصال کے بعد فاتحہ سوئم میں مولانا مونگیری صاحب اور دیگر مشائخ بیٹھے تھے اور حقیقت مرشد کے متعلق بیان ہو رہا تھا۔ محفل میں مسیح الزماں صاحب نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مجلس میں حضرت مولانا باباؒ نے محبوب الٰہیؒ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر ایک درجن شرابیوں پر محبوب الٰہیؒ نظر

ڈال دیں تو وہ سب فوراً ابدال ہو جائیں گے۔'' چنانچہ اسی شب کو مسیح الزماں صاحب نے خواب میں حضرت محبوب الٰہی کو دیکھا تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ ''تم نے مولانا فضل رحمٰنؒ کو کیا سمجھا ہے؟ وہ اگر ایک درجن سیاہ کاروں (کالی کرتوت والوں) پر نظر ڈال دیں تو وہ اسی وقت ابدال دوراں ہو جائیں۔''

(۱۲) حضرت خواجہ مجدد الف ثانی سرہندیؒ:

آپ حضرت مجدد الف ثانی مولانا بابا پر بچپن میں اپنی روحانی توجہ دیا کرتے تھے اور آپ نے شاہ فضل رحمٰنؒ کو بشارت دی تھی کہ ''تمہارے سبب ہزاروں لوگ بخشے جائیں گے۔''

(۱۳) بحر العلوم مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلیؒ:

آپ مولانا عبد الحیٔ صاحب نے فرمایا کہ ''جس نے صحابہ کرامؓ کو نہ دیکھا ہو تو وہ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کو دیکھ لے۔''

(۱۴) حاجی خدا بخش المعروف حاجی ولی لکھنویؒ:

آپ فرماتے تھے کہ ''مولانا فضل رحمٰن کیا چیز ہیں! جب قیامت میں پہنچیں گے تب پتہ چلے گا کہ کیا چیز ہیں فضل رحمٰن!''

(۱۵) حضرت محمود خان صاحب قندھاریؒ:

آپ نے حضرت فضل رحمٰن کو لڑکپن میں دیکھ کر فرمایا کہ: ''یہ ذات کئی سو برس بعد پیدا ہوئی ہے۔''

☆ محمود خان صاحب نے ایک دفعہ اپنا گھوڑا کھیت پر کھلا چھوڑ دیا اور فرمایا ''خبردار! اس میں سے مت کھانا، یہ کھیت مسلمانوں کا ہے۔'' گھوڑے نے گھاس کو منہ تک نہ لگایا۔ خان صاحب بڑے پرہیزگار تھے کہ ان کے گھوڑے بھی حرام کا نہ کھاتے تھے۔

☆ ایک دفعہ جب غدر مچی اور کفار سے جنگ ہوئی تو محمود قندھاری صاحب پر ایک کافر نے وار کیا اور اس کے جواب میں آپ نے جیسے ہی اس کافر پر تلوار اٹھائی تو وہ بول اٹھا کہ میں سید ہو۔ اس بات پر آپ نے اسے چھوڑ دیا تو ایک شخص نے کہا کہ وہ کافر جھوٹا

ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو بھی ہو اس نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا واسطہ بتا دیا تھا۔ اسی رات محمود صاحبؒ کو بشارت ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حضرت سے بہت خوش ہیں۔

(۱۶) حضرت جلال الدین شہید گجراتیؒ المتوفہ ۸۸۱ ہجری:

یہ وہ بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے حضرت فضل رحمٰنؒ کی ولادت شریف کی پیشن گوئی تقریباً ۳۳۰ سال پہلے ان کے جد امجد دادا میاں حضرت شیخ مصباح العاشقین چشتیؒ سے کی تھی جو حضرت فضل رحمٰنؒ کے نو واسطوں سے پردادا لگتے تھے۔

☆ آپ دادا میاں حضرت مصباح العاشقین چشتیؒ جب بہار میں مقیم تھے تو ایک دفعہ عالم واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ آپ کے مرشد حضرت شاہ جلال الدین صاحب غصہ ہو کر فرما رہے ہیں کہ میں نے کیا کہا؟ اور میرے بیٹے شیخ محمد مصباح العاشقین نے کیا کیا؟ بہت سے لوگ بہ سمت مغرب کے اطراف میں ایسے ہیں جن کی فیض رسانی اللہ نے آپ ہی کی پشت کے ایک ایسے صالح فرزند پر مقرر فرمائی ہے۔ جس کے فیض عالم گیر سے پورا عالم فیض یاب ہوگا اور وہ کتاب وسنت کی مکمل تصویر ہوگا۔'' یہ سن کر دادا میاں حضرت مصباح العاشقین جلد از جلد ملاواں پہنچے۔

(۱۷) حضرت سعد الدین خیر آبادی چشتی وحضرت مخدوم شاہ صفی عبد الصمدؒ:

آپ دونوں بزرگوں نے بھی تقریباً ۳۳۰ برس پہلے حضرت مصباح العاشقین صاحبؒ کو پیشن گوئی کی تھی کہ ''آپ کی اولادوں سے ہی ایک آفتاب ولایت آنے والا ہے جس سے چار سُو شہرہ اور فیض ہوگا۔''

(۱۸) حضرت پیر عبد الجلیل المعروف پیر جلیلوں چشتی لکھنویؒ (المتوفہ ۱۰۱۶ ہجری):

حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت فضل رحمٰنؒ نے مجھ سے دریافت کیا کہ ''تم لکھنو جاتے ہو تو پیر جلیلوں کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہو؟ بڑے بزرگ

ہیں اور بڑا فیضان ہے۔ میں ان کے مرقد کے سامنے سے گزرتا تھا تو وہ مجھ کو دیکھ کر رشک فرماتے تھے کہ میرے سلسلے میں تم کیوں نہ ہوئے؟"

تعارف: حضرت پیر جلیلوں چشتی لکھنویؒ:

حضرت پیر جلیلوںؒ مادرزاد ولی گزرے ہیں۔ جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو ایک رات آپ نے اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بچوں کی طرح اٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھا لیتے ہیں اور مجلس رسولؐ میں لے گئے اور پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو کمال شفقت سے اپنے زانوے مبارک پر بٹھالیا اور اس قدر فضل کیا کہ جس کی تقدیس بیان نہیں کی جا سکتی ہے۔

☆ جب آپ سات برس کے تھے تو آپ کے پڑوس میں ایک امیر شخص کے بیٹے نے قرآن مجید مکمل کیا تو اس کے گھر والوں نے مجلس قائم کی۔ ہر طبقہ کے لوگوں کو اس خوشی کے موقع پر شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ یہ خوشی و جشن کیوں ہو رہا ہے؟ تو آپ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ پڑوس کے بچے نے قرآن پاک پڑھ کر مکمل کر لیا ہے۔ جب تم بھی قرآن پاک پورا پڑھ لو گے تو مجھے بھی بہت خوشی ہوگی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں آج ہی قرآن کا ختم شریف کرلوں گا۔ آپ کی والدہ یہ سن کر حیران رہ گئیں۔ مگر پھر بعد میں اس بات کو نظرانداز کر دیا۔ آپ نے جیسے ہی قرآن پاک کھولا تو "اسرارِ الٰہی" کے ذریعے تمام قرآن سورۂ فاتحہ سے شروع ہو کر بغیر کسی انسانی تعلیمات کے سورۃ ناس تک پورا قرآن مجید کا علم فصاحت و بلاغت کے ساتھ ختم کر لیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ماں باپ شمع کے پروانوں کی طرح جھومنے لگے اور عظیم جشن منایا گیا۔

☆ جب حضرت پیر جلیلوں جوانی کے عالم میں پہنچے تو ان کو کامل پیر سے بیعت کا خیال آیا۔ ایک رات خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ آپ کے پاس تشریف لائے اور تعلیم و تلقین فرمانے کے بعد آپ کو تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دیا اور آپ کو اپنی "اویسی

نسبت'' سے بھی نوازا۔آپ کا کوئی ظاہری پیر نہ تھا۔آپ نے تمام روحانی تعلیمات باطریقہ اویسیہ خواجہ اجمیریؒ سے پائی۔

☆ آپ ہمیشہ صحراو بیابانوں میں گوشہ نشین رہتے اور آپ نے تاحیات نکاح نہ کیا اور اودھ کے جنگلوں میں چلہ کشی کرتے تھے۔ جب آپ حلقۂ ذکر کرتے تو تمام جنگلی جانور آپ کے حلقۂ ذکر میں شامل ہوجاتے تھے۔

آپ نے اپنی وفات کا سن ہجری پہلے ہی از روئے کشف بتادیا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا۔

(۱۹) حضرت اخی جمشید راج گیریؒ:

ایک دفعہ مولانا باباؒ حضرت اخی جمشیدؒ کے مزار مبارک کے سامنے سے گزرے اور فرمایا کہ ''یہ ہم پر رشک کرتے ہیں کہ ہم ان کے خاندان میں کیوں نہ پیدا ہوئے؟''

تعارف: حضرت اخی جمشید راج گیریؒ:

آپ کا اسم جمشید تھا اور اخی (بھائی) لقب تھا۔ جو آپ کے مرشد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے عطا کیا تھا۔

آپ جس قوم سے تعلق رکھتے تھے اس کا سلسلۂ نسب انبیائے بنی اسرائیل سے جاملتا ہے۔آپ مجرد تھے اور علائق دنیا سے آزاد تھے۔آپ کو خلقت کے ہجوم سے سخت نفرت تھی۔ اسی لئے آپ قنوج کو چھوڑ کر راج گیر ہجرت کر گئے تھے۔

آپ نے تمام تعلیم وتربیت اور خلافت حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے پائی اور آپ اللہ کے قرب میں اس قدر ممتاز ہوئے کہ مخدوم جہانیاں نے اشارۂ غیبی پا کر خود آپ سے دعا کی درخواست کی تو شیخ اخیؒ نے انکساری سے عرض کیا کہ بندے کی کیا مجال جو حضور کے لئے دعا کرے۔ جب حضرت مخدوم جہانیاں نے اصرار کیا تو آپ نے عرض کیا کہ آپ بس دعا کرتے جائیں باقی میں آمین کہتا جاؤں گا۔

آپ حضرت اخی صاحبؒ جس کے لئے جو کہہ دیتے وہ فوراً ہوجاتا تھا۔ جب آپ کا

وصال ہوا تو آپ کے گھر کی ایک عورت نے چلانا شروع کر دیا کہ ''افسوس! اتنے بڑے شیخ نے سہ شنبہ (منگل) جیسے منحوس دن پردہ کیا'' ایک دو گھنٹے بعد آپ نے کفن سے سر باہر نکال کر فرمایا کہ ''تمہارے نزدیک اگر آج کا دن منحوس ہے تو ہم کل اس جہان سے چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے بدھ کو وفات پائی۔

(۲۰) حضرت لطف اللہ علی گڑھی ؒ (استاد پیر مہر علی شاہ):

آپ لطف اللہ صاحب ؒ فرماتے تھے کہ ''جس کو اتباع سنت، عامل حدیث اور خلفائے اربع کے دربار سے شریعت وطریقت کی شان دیکھنا ہو تو وہ مولانا گنج مرادآبادی کو دیکھ لے۔''

(۲۱) حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی ؒ:

آپ شاہ سلیمان صاحب ؒ نے فرمایا کہ ''جس نے نسبت محمدی اور شان صحابہ کرام ؓ نہ دیکھی ہو تو وہ مولانا بابا ؒ اور دادا احمد میاں ؒ کو دیکھ لے۔''

(۲۲) حضرت پیر اعظم علی شاہ دہلوی ؒ:

آپ شاہ صاحب دہلوی ؒ حضرت فضل رحمٰن ؒ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ''ابھی تو بنی آدم سے بہت دور بھاگتے ہو مگر جب چالیسویں برس پر ہفت اقلیم کے آدمیوں کا رجوع آپ کی طرف ہوگا اور خدا کی بے شمار مخلوق اپنی اپنی حاجات اور تمنائیں لے کر آستانہ بوس ہوں گی تو اس وقت کیا کرو گے۔''

(۲۳) حضرت شاہ امیر اللہ صاحب صفی پوری ؒ:

آپ نے حضرت اسد اللہ شاہ صفوی ؒ کو نصیحت کی تھی کہ ''تم حضرت فضل رحمٰن ؒ، حاجی وارث علی شاہ اور حافظ شاہ انور قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہنا جو کہ سب سے بڑے پائے کے بزرگ ہیں اور ان سے فیض حاصل کرتے رہنا۔''

(۲۴) حضرت سید محمد علی مونگیری ؒ:

آپ فرماتے ہیں کہ ''حضرت قبلہ فضل رحمٰن ؒ کی اتباع شریعت پر نظر کی جائے تو وہ اس

قدر بلند مرتبہ پائی جاتی ہیں کہ جہاں تک معمولی ہمتوں کی رسائی دشوار ہے اور نسبت عشقیہ کی وہ حالت ہے کہ جس کو یاد کرنے سے حضرت ذوالنون مصری کی یاد آ جاتی ہے۔'' آپ کے حالات و معاملات دیکھنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے حالات متقدمین، اکابرین، اولیائے کرام کے مثل ہے۔اس وقت آپ کا نظیر کوئی نہ تھا۔

(۲۵) عالم پناہ حاجی وارث علی شاہؒ (دیوہ شریف):

آپ حاجی وارث علی شاہؒ فرماتے تھے کہ "مولانا فضل رحمٰن صاحب کو ایسی خاص قربت و مستقل حضوری رسالت حاصل ہے کہ جو چاہتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پالیتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں حضوری رسالت میں پہنچا دیتے ہیں۔ نہ بلا اجازت رسالت کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی بلا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھے مرید کرتے ہیں"

☆ حضرت معصوم شاہ وارثی فرماتے تھے کہ حافظ پیاری صاحب وارثیؒ ان سے بیان کرتے تھے کہ ''ایک بار کسی نے جب مولانا فضل رحمٰنؒ کے بارے میں حاجی وارث علیؒ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم بس اتنا جانتے ہیں کہ مولانا باباؒ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے اور احادیث کی صحت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر لیتے ہیں، آگے تم خود سوچ لو۔''

☆ ایک مرتبہ حاجی وارث علیؒ گنج مراد آباد تشریف لائے۔ مولانا عبدالغنی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہاں موجود تھا تو حضرت فضل رحمٰن صاحبؒ نے حاجی وارث پاکؒ سے فرمایا کہ ''لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ تم نے خدا کی نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے؟'' حاجی وارث پاکؒ نے فرمایا ''جی نہیں، پڑھتا ہوں۔'' پھر حاجی صاحب نے وہیں مسجد میں وضو کیا اور حضرت مولانا بابا قبلہ امام ہوئے اور حاجی صاحب نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔

☆ حاجی وارث علی شاہؒ کے خاص ممتاز مرید مولوی ہدایت اللہ وارثی فرماتے ہیں کہ ایک بار حاجی صاحب میرے ہمراہ مولانا باباؒ کی خدمت میں گنج مراد آباد پہنچے اور حاجی

صاحب نے دیہاتی زبان میں عرض کیا کہ ''ہم سنتے ہیں کہ کسی نے آپ سے کہا ہے کہ وارث علی نماز نہیں پڑھتا ہے، جو کہ غلط ہے، ہم تو نماز پڑھتے ہیں۔''

مولانا باباؒ نے فرمایا: وضو کیجئے! حاجی صاحب نے وضو کیا اور حضرت فضل رحمٰنؒ کے ساتھ با جماعت نماز ادا کی پھر دونوں بزرگوار کی تخلیہ میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں مگر کیا باتیں ہوئیں؟ یہ کسی کو نہیں معلوم ہوسکا۔

☆ حاجی وارث پاکؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص داڑھی منڈے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی مکروہ اور غیر شرح (شریعت کے خلاف داڑھی منڈی) صورت دیکھی تو فرمایا کہ ''اس کو نکال دو۔'' کسی نے اس شخص کو اشارہ کیا کہ آپ یہاں سے باہر چلے جائیں تو وہ شخص چلا گیا اور مسجد کے کواڑے سے جالگا اور جھانک جھانک کر دیکھتا اور روتا رہا کئی مرتبہ آپ کی اس پر نظر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باباؒ نے فرمایا کہ اس شخص کو بلا لاؤ۔ جب وہ آیا تو آپ حضرت نے پوچھا کہ ''یہاں کیوں آئے ہو؟'' اس شخص نے عرض کیا کہ ایک روز کی غیر حاضری کی وجہ سے حکیم نے مجھ کو برخواست کر دیا ہے۔ آپ نے اس کی پریشانی پر کچھ لکھ کر دیا اور کہا کہ ''ابھی اسی وقت چلے جاؤ۔'' جب وہ شخص ریل گاڑی سے اپنے شہر میں اترا تو حکیم کا چپڑاسی ڈھونڈتا ہوا آیا کہ حکیم صاحب نے تجھ کو بلایا ہے۔ کام پر جلد حاضر ہو! پھر حاجی صاحب آگے بیان کرتے ہیں کہ اللہ اللہ! کیا شان معجزہ نمانی ہے! اور خلوص کا بے مثل نمونہ نظر آتا ہے کہ وہ شخص مسجد سے نکل جانے کے باوجود دامن دوست نہیں چھوڑتا ہے اور اسی طرح محبت کے معاملے میں خدا اور بندے کا رشتہ ہے۔

ایک غلط الزام:

ایک جھوٹی روایت مشہور ہے کہ جب حاجی وارث علیؒ مولانا باباؒ کی ملاقات کو آئے تو آپ فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ''اے وارث! جو نماز کو جان بوجھ کے ترک کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟'' پھر آپ نماز ترک کرنے کے حوالے سے قرآن پاک اور احادیث سے طرح طرح کے حوالے دینے لگے اور اس کے بعد ''غلوئے شریعت'' میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ وارث شاہؒ کی

شان میں نازیبا باتیں کہنے لگے تو وارث پاکؒ اُن کا ہاتھ پکڑ کر حجرے میں لے آئے اور جب دونوں باہر آئے اور وارث پاک رخصت ہوئے تو حضرت فضل رحمٰنؒ زاروقطار رونے لگے تو آپ کے مرید خاص پوچھتے ہیں کہ کیا ماجرا ہے؟ تو مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ ''وارث پاک میرا ہاتھ پکڑ کر کعبہ میں لے گئے، مجھے نماز پڑھائی اور اعمال نیک و بد دکھائے، اس لئے خبردار کوئی وارث کو برا نہ کہے!''

الجواب:

یہ روایت ہرگز درست نہیں، ایسی روایت دو درویشوں کے آپس میں اتحاد اور محبت کے سخت مخالف ظاہر ہوتی ہے جبکہ وارثیہ سلسلے کی معروف کتاب ''مشکٰوۃ حقانیہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا باباؒ اور حاجی وارثؒ کے درمیان باہم مراسم ارتباط تھا۔

جب ایک شخص حضرت فضل رحمٰنؒ کے پاس بیعت ہونے آیا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ ''تم کو حاجی صاحب سے خلوص وارادت نہیں ہے، تجھ کو مرید نہ کروں گا۔''

اسی طرح جب ایک مرتبہ بانگرمؤ میں ایک صاحب کے ہاں مولانا باباؒ کی دعوت تھی تو حاجی وارث پاکؒ نے فرمایا کہ ''پہلے کھانا حضرت فضل رحمٰن کو پیش کرو۔''

حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ فطری طور پر مادرزاد قطب تھے اور ''ولی را ولی می شناسد'' (ایک اللہ کا ولی دوسرے ولی کو پہچان لیتا ہے) تو یہ بات سخت غلط ہے کہ آپ فضل رحمٰنؒ، وارث پاکؒ کے پوشیدہ معاملات سے ناواقف تھے جو آپ نے وارث پاکؒ کو تارکِ نماز کہا جبکہ حضرت فضل رحمٰنؒ بھی خود باطنی نماز پڑھتے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتے تھے۔

جب حدیث میں ہے کہ اک ادنیٰ سا ولی اپنے نوافل سے جب اللہ کے قریب آتا ہے تو اللہ اس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اللہ اس کی نظر بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور زبان بن جاتا ہے جس سے وہ ہم کلام ہوتا ہے۔ (بخاری ۶۵۰۲) تو جب ایک ادنیٰ سا ولی کا یہ تصرف ہے کہ اللہ اس کی نگاہ میں اپنی نگاہ کی صفت عطا کر دیتا ہے تو آپ حضرت تو مادرزاد قطب اور مقام فقر پر تھے تو کیا آپ کی نگاہ وارث پاکؒ کو نہ پہچانتی ہوگی؟

حدیث میں ہے کہ ''مومن، مومن کا آئینہ ہے۔'' (ابوداؤد) مولانا باباؒ جیسی ذات جو ظاہری آنکھوں سے پنجتن پاک کا دیدار، ان سے تربیت حاصل کرے ہو اور باطنی نگاہ سے رب کی ذات کا مشاہدہ کرے اس کا کیا مقام ہوگا؟ وارث پاک باطنی نماز پڑھتے تھے تو کیا یہ حضرت مولانا باباؒ جیسے صاحب کشف واعلیٰ نسبت فقیر پر ظاہر نہ ہوا ہوگا؟ جو وہ عام مولوی کی طرح وارث پاکؒ پر فتویٰ لگائے یا پھر حاجی وارث پاکؒ ظاہری نماز کے احکام ادا نہیں کرتے تھے جو وہ حضرت فضل رحمٰنؒ جیسی ہستی کی طرف سے نماز کی دعوت پر اعتراض کرتے۔ عالم پناہ حاجی وارث پاک تو خود نماز اوّل وقت پر ادا کرنے کی پابندی کا خود بھی خیال رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔

اب جو مذکورہ بالا واقعہ میں حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو کعبہ میں لے جا کر نماز پڑھائی اور جو ہم نے نیکی و بدی کی وہ بھی دکھائی یہ بات بھی غلط ہے۔ انبیاء کرامؑ معصوم اور اولیاء کرامؒ محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو کسی بھی گناہ کے سرزد ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔

آپ مولانا باباؒ رمضان میں حرمت شریعت کی وجہ سے ولادت ہوتے ہی تین دن تک اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا اور پورا رمضان یہ معمول رہا آپ کے نزدیک سنت تو خیر بہت بڑا درجہ رکھتی تھی مگر آپ سے کبھی مستحب بھی ترک نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اولیائے اکابر کی سنتوں پر بھی پابند رہے۔ مرض الموت میں بھی شریعت و سنت کا خیال رکھا۔ جس کے استاد و مدرس خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور اہل بیت کی تربیت ہو اس صاحب فقر سے بھلا کون سے بداعمال سرزد ہوں گے جو وارث پاکؒ نے ان کو دکھا دیئے؟ وہ کون سے بداعمال ہیں جو راوی کے سوا کسی کو بھی نظر نہ آئے؟

رہی بات کعبہ میں نماز پڑھنے کی تو ایک دفعہ آپ مولانا باباؒ نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا مگر والدہ ماجدہ کی ضعیفی اور ان کی خدمت کا خیال کر کے آپ نہ گئے۔ اسی رات جب آپ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ کعبہ خود آپ کے سامنے موجود تھا اور ندا آئی کہ اے فضل رحمٰن! لو زیارت کرلو!

آپ کے خلیفہ مولانا محمد علی مونگیریؒ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت مولانا باباؒ کی صحبت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ''کعبہ یہاں حاضر ہے۔'' آپ حضرت فضل رحمٰنؒ کبھی ظاہری و جسمانی حالت میں مکہ و مدینہ شریف نہیں گئے مگر اکثر لوگ باطنی و روحانی طور پر آپ کو کعبہ، میدان عرفات اور حرم شریف میں موجود پاتے جس کے سبب عربی و عجمی لوگ دور دور سے آپ کا پتہ لگاتے ہوئے گنج مراد آباد تشریف لاتے تھے اور آپ کی شاگردی و مریدی حاصل کر کے فیض یاب ہوتے جس کی وجہ سے آپ ''شیخ عرب وعجم'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

خیر کعبہ تو کعبہ ہے مگر رب کعبہ کی حضوری میں آپ نماز ادا کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہ میں تو کچھ نہیں کرتا، نماز پڑھ لیتا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد اللہ مجھے اٹھا بٹھا رہا ہے اور جب ہم سجدے میں جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی قدرت نے ہمیں چوم لیا ہے۔ آپ فرماتے کہ میری نسبت اللہ کی جانب سے ہے۔

☆ ایک دفعہ کچھ مجددین آپ کی خانقاہی مسجد میں تشریف لائے اور آپ اپنے حجرے میں موجود تھے تو آپ نے فرمایا کہ ''بوئے مجددین کہاں سے آرہی ہے؟'' تو جب آپ مجددوں کو ان کی روحانی بو سے پہچان لیتے تھے تو بھلا کیا وارث پاکؒ کو نہیں پہچان پائے ہوں گے؟ اور جو یہ روایت مشہور ہوئی ہے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ وارث پاکؒ کے بارے میں آپ نے غلوئے شریعت کے سبب تنقید کے لہجے میں آپ کی بے ادبی کی تو یہ بات بھی سخت غلط ہے کیونکہ آپ مولانا باباؒ کی تمام سوانح حیات میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ کبھی آپ کی زبان سے غلط الفاظ یا گستاخانہ انداز ادا نہ ہوا بلکہ آپ اپنی خانقاہ میں آنے والے درویشوں کا ادب کرتے اور رخصت کرتے وقت خود خانقاہ کے باہر تک پہنچانے آتے۔

درج بالا الزام جو وارث پاکؒ کو تارک الصلوٰۃ ثابت کر رہا ہے جو کہ خود ان کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ وارث پاکؒ ظاہری و باطنی دونوں نمازوں کے پابند تھے۔

دیگر علماء کی حضرت فضل رحمٰنؒ سے نسبتیں

☆ حضرت حکیم سید عبدالحئ ندوی حسنی رائے بریلوی:

حضرت حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ''اگر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر میں قسم کھاؤں کہ میں نے فضل رحمٰنؒ سے بڑھ کر کریم اور درہم و دینار سے بے تعلق اور سنت کا پیروکار نہیں دیکھا تو میں یقیناً قسم توڑنے والا نہیں ہوں گا۔''

جہاں تک مولانا باباؒ کے کشف و کرامات کا تعلق ہے وہ تواتر سے صادر ہوئیں اور اس بارے میں اولیائے اکابرین میں بھی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے علاوہ اور کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔

☆ سر سید احمد خان:

کسی نے سید صاحب سے پوچھا کہ موجودہ دور میں کسی باخدا کے بھی قائل ہیں؟ تو سید صاحب نے کہا کہ ''میں آج کل کے ظاہری پیروں (جعلی صوفی) کا قائل نہیں ہوں ہاں البتہ مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کا دل سے ضرور قائل ہوں وہ اس طرح کہ میرے مرشد حضرت غلام علی شاہ دہلویؒ نے تین بار خواب میں مجھ سے فرمایا کہ ''مسلم قوم کی تعلیم کے معاملے میں (علی گڑھ یونیورسٹی) تم اپنی اصلاح مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ سے کرو۔''

''افضال رحمانی ورحمت ونعمت'' میں ہے کہ دو بار تو پورے طور پر رجوع ہو کر بشارت کو خواب وخیال سمجھ کر ٹال دیا لیکن جب تیسری بار ارشاد مرشد سنا تو اپنے منشئ خاص کو تحفوں کے ساتھ گنج مرادآباد روانہ کیا اور اپنا عریضہ بھی پیش کیا۔ جب منشی صاحب نے گنج مرادآباد پہنچ کر مولانا باباؒ کو تحائف اور عرضی پیش کی تو آپ نے قبول کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

> ''ہم سے غلام علی دہلوی صاحبؒ نے سفارش کی ہے تم جاؤ اور سر سید سے کہہ دینا کہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ جس کام کو تم نے شروع (علی گڑھ یونیورسٹی) کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ خلوص

کے ساتھ اس کام کو کئے جاؤ۔"

سبحان اللہ! آج یہ یونیورسٹی مولانا باباؒ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

☆ **مفتی شوکت علی فہمی صاحب:**

آپ مفتی صاحب اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء ہندو پاکستان میں لکھتے ہیں کہ:

"مولانا فضل رحمٰنؒ عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے روحانی پیشوا تھے کہ آپ کا شمار اولیائے کرام کی صف اول میں ہوتا ہے۔ آپ کی سادہ زندگی صحابہ کرامؓ کا سچا نمونہ تھی۔ مریضوں کو شفا دینے میں آپ مسیح ثانی تھے۔"

☆ **حضرت مولوی رحمان علی صاحب:**

آپ مولوی رحمان علی صاحب "تذکرہ علمائے ہند" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت فضل رحمٰن صاحب کے اوصاف حمیدہ، خصائص پسندیدہ ایسے نہیں ہیں کہ زبان بریدہ (خاموش زبان قلم) بے بنیاد کاغذ پر تھوڑے سے بھی لکھے جاسکیں۔ انسان ضعیف البیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عشر عشیر (شان کا دسویں کا بھی دسواں حصہ) بیان کر سکے۔"

☆ **حضرت مولوی محمد ادریس صاحب:**

آپ حضرت ادریس صاحب "تذکرہ علمائے حال" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کی توصیف وتعریف کا اِستقصاء (متعلقہ اجزاء کا احاطہ) غیر ممکن ہے۔ ان نگاہوں نے تو ایسا پابند سنت نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے علمائے کبریٰ آپ کے بحر فیوض سے سیراب ہوئے۔"

☆ **حضرت شاہ محمد فضل حسن صابری فاروقی صاحب:**

آپ حضرت فضل حسن صاحب اپنی کتاب "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" میں لکھتے

ہیں کہ:

''اس پُرآشوب زمانے میں حضرت تقدیس مآب مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ ایک بے مثال بزرگ ہوئے، جن کی عظمت ہند سے لے کر عرب تک قلوب میں عزت کے ساتھ متمکن ہے اور اب وہ شیخ العرب وعجم لکھے جاتے ہیں۔ یہ مراتب ہیں۔اس میں اللہ والوں کی ذات کے لئے مجھے کیا ہر زندہ دل کو سرتسلیم خم کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔''

☆ **حضرت مولانا عبدالوارث خان:**

آپ حضرت عبدالوارث صاحب جو کہ فیض یافتہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ ہیں اور اجازت یافتہ سید محمد علی مونگیریؒ ہیں۔اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا فضل رحمٰن قدس سرہ سے اِستدارِ کرامات اور خوارقِ عادات کا ظہور رہا کہ اگر انہیں لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔آپ کے کشف کا تو یہ حال تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتا۔''

سینکڑوں آدمی آپ کے مطبخ سے کھاتے تھے۔ بظاہر کہیں سے آمدن کچھ بھی نہیں معلوم ہوتی تھی مگر ادنیٰ واعلیٰ ہر ایک کے ساتھ آپ کا سلوک تھا۔میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ جس نے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا گویا اصحاب کبار (چاروں خلفاء) کے طریقے وطرز معاشرت کو دیکھ لیا۔

☆☆☆

تیسرا باب

مشاہدات، مکاشفات و کرامات

(1) ایک دفعہ مولانا باباؒ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بہت سے کافر آپ کو مارنے کے لئے مسجد کے اندر گھس آئے اور آپ پر اندھادھند تپنچے چلانے شروع کر دیئے مگر آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔

(2) شب معراج کا راز:

غوث زماں حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کے پیرومرشد خواجہ آفاق شاہ دہلویؒ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ:

> ''بہت سی کتابیں پڑھیں اور بہت سے علماء سے سنا پر کوئی مجھے سمجھا نہ سکا کہ یہ معراج کا واقعہ کیسے ہوا؟ بستر گرم رہا، دروازے کی زنجیر ہلتی رہی، رسول اللہ ﷺ اپنے جسم کے ساتھ کیسے گئے؟ یہ کیسے ممکن ہے بھلا! آپ سمجھا دیجئے۔''

اس بات پر خواجہ آفاق صاحب نے فرمایا: ''گنج مرادآباد میں ہمارے خلیفہ جن کا نام حضرت فضل رحمٰن ہے۔ تم وہاں چلے جاؤ، وہ سمجھا دیں گے۔''

اس غرض سے وہ شخص گنج مرادآباد کے لئے روانہ ہوا اور جب وہاں دروازے کے اندر تشریف لے گیا تو اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ تھوڑی دیر ڈھونڈا تو اسے ایک چارپائی پر کوئی چادر اوڑھے لیٹا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے کبھی حضرت فضل رحمٰنؒ کو نہیں دیکھا تھا تو وہیں کھڑے ہو کر سوچنے لگا کہ کہاں ہیں حضرت صاحب؟ اتنے میں چادر کے اندر سے آواز آئی کہ ہمارا جسم دباؤ! یہ سن کر اسے لگا کہ شاید وہی بزرگ ہیں تو اس نے پاؤں دبانا شروع کر دیا۔

ابھی پاؤں دباتے ہوئے کچھ لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ اس نے دیکھا کہ جسم تو ہے ہی نہیں، صرف چادر موجود ہے۔ اس بات پر وہ بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ کہاں چلے گئے بابا

صاحب؟ جب الٹی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ مسجد کے صحن کے دالان میں حضرت کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اور پریشان ہو گیا کہ ابھی تو میں ان کے پاؤں دبا رہا تھا اور اب یہ تو میرے سامنے کھڑے ہیں۔

حضرت فضل رحمٰنؒ نے فرمایا: ''بے وقوف! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو یہ مقام دیا ہے کہ پل بھر میں اپنے جسم کو کہاں سے کہاں لے جائیں اور تو معراج کا واقعہ مجھ سے پوچھنے آیا ہے۔ تجھے اتنی چھوٹی سی کرامت سمجھنے کی عقل نہیں ہے اور تو معراج کے راز کو سمجھے گا۔''

یہ بات سن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور فوراً معافی مانگی اور مرید ہو گیا۔

(3) مولانا باباؒ کا ایک مرید تھا۔ وہ حج کرنے گیا ہوا تھا۔ ایک دن وہ آبِ زم زم کے کنوئیں کے پاس گیا اور اپنا لوٹا ڈال کر پانی بھرنے لگا کہ اچانک ان کا لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر زم زم کے کنوئیں میں گر گیا۔ وہ بہت مایوس ہوا اور حج کے بعد وطن واپسی پر وہ ایک دن اپنے پیر صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شاید نماز کا وقت ہو گیا تھا کہ اس نے وضو کے لئے کنوئیں میں بالٹی ڈالی اور جب اوپر گھسیٹی تو اس میں اپنا لوٹا دیکھ کر حیران ہو گیا۔

وہ لوٹا لے کر مرید حضرت فضل رحمٰنؒ کے پاس گیا اور ساری بات بتائی۔ حضرت مولانا باباؒ نے اس کی بات سنی اور فرمایا کہ اس کنوئیں کا پانی آبِ زم زم کے کنوئیں سے جڑا ہوا ہے۔ میں اس بات کا گواہ بھی ہوں اور میں نے خود اس مبارک پانی کو پیا ہے۔ بے شک اس پانی میں اور آبِ زم زم کے پانی میں کوئی فرق نہیں لگتا۔

آپ حضرت فضل رحمٰنؒ بڑی سے بڑی بیماری کا علاج اس کنوئیں کے پانی سے ہی کر دیتے تھے۔ آج بھی زائرین اس کنوئیں سے پانی بھر بھر کر لے جاتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔

(4) حضرت عبدالوارث خان صاحب فرماتے ہیں:

''میں خوف کھاتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے افعال پر آپ واقف ہو کر مجھ سے

ناراض ہو جائیں کیونکہ آپ پر سب احوال ظاہر و باطن منکشف ہو جاتے تھے۔"

اسی سوچ میں تمام دن اپنے نفس کو ملامت کرتا رہتا تھا کہ تو ایسے شیخ کا مرید اور ایسا سخت گنہگار! تیرا کیا انجام ہوگا؟ اور اسی فکر میں تھا کہ عالم رویا میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ آفتاب و ماہتاب ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے نکل کر عین وسط آسمان میں آ گئے ہیں۔ پھر الگ الگ ہو کر اپنے مقام پر آ جاتے ہیں اور پھر دوبارہ بدستور آ کر ملتے ہیں اور پھر اپنی اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں۔ غرض آفتاب و ماہتاب کے عروج و غروب کا یہ عجیب تماشہ نظر آیا پھر دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک شفاعت شدہ ہے اور دوسرا شفاعت طلب۔

جو گروہ شفاعت شدہ ہے میں اس میں داخل ہو جاتا ہوں اور ایک ایک سے پوچھتا ہوں کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ تو ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کا مجمع ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی سے کیسی قیامت؟ ابھی تو ہم زندہ ہیں۔ مرنے کے بعد قیامت آئے گی۔ تو وہ بزرگ کہنے لگے کہ جن کے قلب زندہ ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ میں نے کہا "خیر یہ تو فرمایئے کہ ہمارے مولانا بابا کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ "دیکھو! یا تو میزان پر ہوں گے یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔"

الغرض میں حضرت کی تلاش میں نکلا اور آنکھ کھل گئی۔ میرے دل نے کہا کہ کل تجھے جو فکر تھی اور جس سوچ میں تو سویا تھا اس کے اطمینان کے لئے حضرت مولانا باباؒ نے یہ دکھایا ہے۔

(5) جناب یحییٰ خان صاحب زمیندار مونگیریؒ نے بیان کیا کہ میرے والد صاحب حضرت گنج مرادآبادی کے مرید تھے۔ ان کے انتقال کے بعد والدہ صاحبہ نے عالم رویا میں دیکھا کہ وہ گھر میں آئے ہیں تو وہ خیال کرنے لگیں کہ ان کا تو انتقال ہو گیا تھا پھر وہ کیسے آ گئے؟ پھر دل میں خیال آیا کہ زندہ ہو کر واپس آ گئے ہیں تو ان سے مرنے کے بعد کا احوال پوچھوں۔

اوّل والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ تمہارا خاتمہ بہت اچھا ہوا تھا؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ کون سا کام تم نے ایسا کیا تھا؟ جس کی وجہ سے ایسا اچھا خاتمہ ہوا؟

والد ماجد نے جواب دیا کہ ہم نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا۔ مگر حضرت محمد علی مونگیری صاحب (خلیفہ حضرت فضل رحمٰنؒ) کی مہربانی اور عنایت ہوئی ہم ان کے نہایت ممنون ہیں۔ پھر والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ قبر کی رات کیسی گزری؟ جواب دیا کہ جب لوگ تدفین کے بعد علیحدہ ہوئے تو عذاب کے فرشتے ہم پر عذاب دینے ہی لگے تھے کہ ہم نہایت پریشان ہو گئے۔ اس پریشانی میں بے اختیار زبان سے نکلا کہ ہم تو مولانا فضل رحمٰنؒ کے مرید ہیں۔ ہم پر عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ حضرت مولانا قبلہ کا نام سنتے ہی عذاب کے فرشتے علیحدہ ہو گئے اور پھر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں شروع ہو گئیں۔

پھر وہ حضرت مولانا باباؒ کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جس طرح دنیا میں وہ مشہور تھے اسی طرح عالم برزخ میں بھی ان کا شہرہ ہے۔

(6) ایک شریف دیندار فانی فی اللہ، باقی باللہ حضرت حاجی وارث علی شاہؒ کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنا ایک واقعہ استاد العلماء حضرت سید عبد الغفار مجدی قادری صاحبؒ سے بیان کیا کہ ”میرے پیر و مرشد حاجی وارث پاکؒ ملاواں میں مقیم تھے اور اکثر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ راستے میں گنج مراد آباد پڑتا تھا۔ وہ مولانا باباؒ کی مسجد کے سامنے سے جاتے ہوئے ان کو سلام کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

☆ ایک دن انہوں نے حضرت وارث پاکؒ کے لئے بادام کا حلوہ تیار کرایا اور جب لے کر جانے لگے تو خیال آیا کہ آج مسجد کے پیچھے سے جاؤں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مولانا باباؒ دیکھ لیں اور چکھ لیں تو حلوہ جھوٹا ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ مسجد کے پیچھے سے چلا گیا اور جب وارث پاک کی قیام گاہ پر پہنچا تو وہ اس کو دیکھتے ہی جلال میں آ گئے اور فرمایا: نکالو اس مرُدود کو! یہ میرا مرید نہیں ہے۔ حضرت مولانا باباؒ حلوہ چکھ لیتے تو تبرک ہو جاتا، جھوٹا نہ ہوتا۔ یہ سن کر وہ سہم گئے تو دوسرے فقراء نے پورا حال احوال سن کر مشورہ دیا کہ فوراً واپس جا کر مولانا باباؒ سے معافی مانگو نہیں تو ہمیشہ کے لئے خارج ہو جاؤ گے۔ لہٰذا وہ گنج مراد آباد واپس آئے تو دیکھا کہ مولانا باباؒ اپنی مسجد کے صحن میں ٹہل رہے

ہیں۔فرمانے لگے ''نکالے گئے ہو؟ لاؤ ذرا سا چکھ لوں! تبرک ہو جائے گا تو حاجی صاحب قبول کرلیں گے۔''

لہٰذا مولانا باباؒ نے ذرا سا حلوہ چکھ لیا اور فرمایا: اب جاؤ جب مرید وارث پاک کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ ''اب یہ میرا مرید ہے۔تبرک لایا ہے۔اس کو تو میں ضرور کھاؤں گا۔''

اس بزرگانہ محبت کی مثال کہیں نہیں ملتی کہ حاجی صاحب فرماتے تھے جو ہمارا مرید ہے وہ مولانا فضل رحمٰنؒ کا اس سے پہلے مرید ہے اور حضرت فضل رحمٰنؒ فرماتے کہ جو ہمارا مرید ہے وہ حاجی صاحب کا بھی مرید ہے۔

☆ ایک بار حضرت خلیل الرحمٰن صاحب پیلی بھیتی نے مولانا باباؒ سے حاجی وارث پاک قبلہ سے رشتہ داری کا پوچھا تو مولانا بابا نے بڑی مسرت سے فرمایا کہ ہماری ننھیالی برادری کا رشتہ حاجی صاحب سے ہے اور حاجی صاحب ہم کو چچا جان کہتے ہیں۔

(۷) ملکہ وکٹوریہ کو فیض:

ایک دفعہ شمس الفقر حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ اپنے شاگردوں کو درس قرآن دے رہے تھے۔آیات نصاریٰ سے انہوں نے کچھ آیات پڑھیں اور اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو بھی عزت سے نوازا ہے؟ آپ کے شاگردوں میں سے حضرت احمد مکی نے جواب دیا ''جی حضور! آپ نے درست فرمایا۔اب تو لندن میں بھی مسجدیں بن گئی ہیں۔'' یہ سن کر مولانا باباؒ با کمال خوشنودی سے مسکرائے اور فرمایا کہ ''کیا تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ لندن میں آج اتنی مسجدیں کیسے بنی ہیں؟''

حضرت احمد مکی صاحب نے عرض کیا کہ ''یہ تو نہیں معلوم! تو آپ مولانا باباؒ نے فرمایا: ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ نے اپنے کسی بھانجے یا بھتیجے کو ہمارے پاس بھیجا اور مزید اولاد ہونے کے لئے دعا کی درخواست کروائی تو ہم نے دعا کردی اور اس شخص سے کہا کہ ''لو یہ بتاشے اپنی ملکہ کو کھلا دینا اور اس سے کہو کہ وہاں اسلام کے ماننے والوں کو ستایا نہ جائے اور وہاں جو بھی مسلمان ہیں ان کو اذان کہنے اور نماز پڑھنے کی اجازت دو اور لندن میں مسجدیں بھی بنواؤ۔''

پھر کوئن وکٹوریہ نے ایسا ہی کیا اور اللہ پاک نے اسے مزید اولادوں سے نوازا۔ کئی دفعہ ملکہ وکٹوریہ نے مولانا باباؒ کو عمدہ تحائف بھیجے۔

(۸) مولوی حبیب اللہ صاحب ٹانڈوی جو ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ آپ ناقل ہیں کہ ''میری عمر کے چودہ، پندرہ سال تو ایسے گزرے ہیں جس کے ہر ماہ کا زیادہ تر حصہ آستانے پر گذرا۔'' بے حد کشف وکرامات آنکھوں سے دیکھے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں نے عالم روحانی میں وہ منظر بھی دیکھا جو امیر خسرو کو محبوب الٰہی کے متعلق دکھایا گیا تھا۔

☆ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ دربار رسالتؐ میں پیر ومرشد، غوث زماں، حضرت فضل رحمٰنؒ نظر نہیں آ رہے تو مجھ پر بڑا املال گذرا۔ اتنی دیر میں رسول اکرمؐ نے باکمال شفقت فرمایا کہ ''کیوں ملول ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ پیر ومرشد کیا یہاں نہیں ہیں؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو دربار عام ہے یہاں بھلا وہ کہاں'' پھر پردۂ حجاب اٹھا تو پیر ومرشد حریم خاص میں تھے۔ بس پھر کئی دن تک مجھ پر وجدانی کیفیت طاری رہی۔

☆ اسی طرح ستائیس رمضان المبارک کو قیوم وقت، حضرت دادا میاں علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا باباؒ کا مقام رفیع الشان ملاحظہ فرمایا تو بہت دیر تک مدہوش پڑے رہے۔ معاملہ موسوی کے ظہور کا تھا۔ باقی اس سے زیادہ دادا میاں نے اظہار نہ فرمایا۔

''عقل مندرا اشارہ بس است''

ترجمہ: ''عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔''

(۹) نواب ظلِ کریم صاحب ڈھاکہ سے ۱۸۵۴ء میں حاضر آستانہ ہوئے تو بیان کیا کہ ''میرے والد صاحب مجھے لے کر فائز خدمت ہوئے تو مولانا باباؒ ''مثنوی مولانا روم'' ہاتھ میں لئے پڑھ رہے تھے۔ کہ کچھ دھوپ نمودار ہوئی تو آپ نے سورج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم مثنوی شریف پڑھ رہے ہیں اور تم کو اس کا ذرا سا بھی پاس نہیں! معاً معلوم ہوا کہ سورج ابھی تک نکلا ہی نہیں اور پڑھتے وقت تک یہی سماں رہا۔

(۱۰) مجلس زہراؓ میں ظاہری حضوری:

ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سندیلہ میں کسی خاص مرید کے ہاں تشریف لے گئے اور فوراً لکھنؤ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اس بات پر آپ کے مریدوں نے کہا کہ ابھی ابھی تو آپ سفر کر کے آئے ہیں اور اچانک اتنی جلدی کہاں جارہے ہیں؟ ابھی تو سفر کی تھکان بھی دور نہیں ہوئی۔ ذرا آرام کر کے جائیں! سواریاں تو موجود ہیں۔ جب حکم کریں گے حاضر ہو جائیں گی۔

اس بات پر مولانا باباؒ نے جواب دیا کہ ''ہم کو اتنا ضروری کام ہے کہ ہم سواری آنے کا بھی انتظار نہیں کر سکتے۔'' یہ کہہ کر آپ پیدل ہی روانہ ہو گئے اور راہ میں ایک ٹٹو والا ملا جس کی سواری پر آپ روانہ ہو گئے اور کچھ وقت کے بعد آپ واپس بھی آ گئے۔

ایک مرید نے موقع پا کر آپ سے پوچھا کہ ایسا کیا کام تھا جو آپ نے اتنی جلدی میں زحمت سفر اٹھائی؟ آپ نے بڑی ہی رازداری سے فرمایا کہ ''ہم کو حضرت مخدوم شاہ مینا علیہ الرحمہ نے اس وجہ سے بلایا تھا کہ حضرت بی بی فاطمہ زہراؓ میرے یہاں تشریف لا رہی ہیں۔ تم بھی آ کر ملاقات کر لو! اسی واسطے ہم جلدی سے گئے اور جب مینا شاہ کے پاس پہنچے تو ہم کو اپنے ساتھ اس خیمے میں لے گئے جو صرف نور کا بنا ہوا تھا۔ پھر ہم سے کہا کہ تم خیمے میں چلے جاؤ! جب ہم اندر داخل ہوئے تو ادب کے ساتھ سر جھکائے کھڑے رہے پھر سیدہ فاطمہ زہراؓ نے اٹھ کر ہم کو ''آغوشِ مادرانہ'' سے لگا لیا اور ہمارے سر پر اپنا دست شفقت پھیر کر رخصت کر دیا۔ خیمے سے باہر نکلے تو مخدوم شاہ میناؒ نے بھی ہم کو رخصت کر دیا تو اب وہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت تھی۔

پھر آپ مولانا باباؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؓ تشریف لا کر اپنے آغوش مادرانہ سے ہم کو لگا لیتی ہیں نیز بی بی عائشہ صدیقہؓ بھی اسی طرح پیار فرماتی ہیں۔

☆ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ نے ایک دفعہ اپنے خادموں سے فرمایا کہ ''بہت دن گزرے، ایک بار میں بے حد بیمار ہو گیا تھا کہ لوگوں کو میری زندگی کی امید نہ تھی۔ پھر ایک روز تو میرا ایسا حال ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ رات گزارنا بہت مشکل ہے۔ تمام

حکیموں نے بھی جواب دے دیا تھا اور میں بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ حضرت ماں خاتونِ جنت روحی فدا تشریف لائی ہیں اور مجھ کو دلاسہ دے کر فرمایا ''میرے بیٹے! تم اچھے ہو جاؤ گے۔'' اور پھر سیّدہ فاطمہ زہرا ؓ نے کچھ دم کیا اور واپس تشریف لے گئیں۔ صبح تک میں بالکل اچھا ہو گیا کہ جیسے کوئی بیماری ہی نہیں تھی۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسے بیمار تھے اور اس قدر جلدی اچھے بھی ہو گئے۔ میرے مریدین بہت خوش ہوئے اور ایک مرید نے تو خوشی میں جو کچھ بھی اس کے پاس تھا وہ سب راہِ خدا میں دے دیا۔

☆ ایک دفعہ آپ مولانا باباؒ کے درس حدیث میں کچھ علماء کسی حدیث کے ضعیف اور صحیح ہونے کے مسائل پر آپس میں بحث کرنے لگے۔ جب آپ فضل رحمٰنؒ نے آ کر مسئلہ سمجھایا تو پھر بھی ان علماء کو تسلی نہ ہوئی اور حضرت مولانا باباؒ سے حجت کرنے لگے تو آپ کو جلال آ گیا۔ آپ نے فرمایا ''چلو تم سب کو آج دربار رسالتؐ میں لے جا کر تصدیق کرا دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے سب کو آنکھ بند کر کے مراقب ہونے کو کہا۔ جیسے ہی تمام علماء کی آنکھ بند ہوئی ویسے ہی سب کے سب مجلس محمدیؐ میں پہنچ گئے اور دیکھا کہ حضور اکرمؐ جلوہ گر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''فضل رحمٰنؒ جس حدیث کے متعلق جو کہہ دیں اس کو بلا چون و چرا کے تسلیم کر لیا کرو کیونکہ انہوں نے ہر حدیث کی صحت ہم سے خود کی ہوئی ہے۔''

یہ عالم دیکھ کر تمام علماء ہوش میں ہی نہ رہے اور دو دن تک وجدانی کیفیت طاری رہی۔

☆ ایک دفعہ مولانا باباؒ کی جائے نماز پر ایک مرید کے دونوں پاؤں پڑ گئے تو آپ نے فرمایا ''تم کو کچھ سوجھتا نہیں کیا؟ جو جائے نماز پر پاؤں رکھ رہے ہو؟''

آپ کے وہ مرید سید اور بڑے نیک آدمی تھے۔ انہوں نے بہت آہستہ سے کہا کہ ''میرے پاؤں نجس نہیں تھے بلکہ میں باوضو تھا اور میرے تو صرف پاؤں ہی پڑے ہیں کیا حضرت خود اس جائے نماز پر پورے جسم کے ساتھ نہیں بیٹھتے ہوں گے۔''

حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ نے کشف سے اس مرید کی بات معلوم کر کے فرمایا ''کیا تم

جانتے نہیں کہ اس جائے نماز پر حضور پاکؐ اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اور میں سوائے نماز پڑھنے کے کبھی اس جائے نماز پر نہیں بیٹھتا ہوں۔ اس لئے اس قدر تعظیم و احتیاط کرتا ہوں۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کیا حضور اکرمؐ اپنے اسی جسم مبارک کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں؟

آپ مولانا باباؒ نے فرمایا ''ہاں اسی جسم اقدس کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کے فضل سے ہم بھی حضور پاکؐ کی امامت میں پانچ وقت اِقتداءِ نماز کرتے ہیں۔ اتنا کہہ کر آپ نے رازداری کا اشارہ فرمایا۔

☆ حضرت مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ بعض باتیں میں کیوں چھپاؤں؟ ہماری زوجۂ اول جب حیات تھیں اور ہم ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو حضور پاکؐ تشریف لے آتے تھے اور اسی طرح ہماری دوسری زوجہ (حضرت احمد میاں کی والدہ) بھی جب ہمارے ساتھ موجود ہوتیں تو حضور پاکؐ تشریف لے آتے اور احمد میاں کی والدہ نے بھی ان کو کئی بار دیکھا تھا۔

☆ ایک پیرزادہ حضرت فضل رحمٰنؒ کی خدمت میں آئے تو آپ کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو آپ نے ان سے کہا کہ کیا ہوا؟ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس حضور پاکؐ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور ان کا جمال دیکھ کر ہوش نہ رہا۔

حضرت مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''بس ایک ہی جھلک میں تمہارا یہ حال ہوگیا۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بار ہم کو آخرت کا بڑا خیال آیا تو ہم نے حضور اکرمؐ کو دیکھا اور پھر حضورؐ نے فرمایا ''فضل رحمٰن! تم تو خیر تم ہو، جو محبت سے تم سے وابستہ ہوگا اس کا انجام (عقبیٰ) بھی بخیر ہوگا۔''

☆ ایک بار حضرت فضل رحمٰنؒ کو یہ خیال ستانے لگا کہ دیگر ولیوں کی طرح کہیں ہمارا سلسلہ بھی منقطع نہ ہو جائے تو حضور پاکؐ نے دعا کی کہ:

''فضل رحمٰن کے فرزند احمد میاں اور ان کی اولاد کا جب تک سلسلہ باقی رہے گا ان میں سلسلۂ فیض ولایت جاری رکھنا، اور خدا نے اس دعا کو قبول فرمالیا۔''

☆ آپ حضرت فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے پاس ایسے بڑے بڑے مجذوب آتے تھے کہ جن کے جذب کو مجدد الف ثانی کے سلسلے کے خلیفہ غلام علی دہلوی بھی مانتے تھے۔ جب ہم کو اپنی نسبت کا خیال آیا تو ہم نے حضور اکرمؐ کا دیدار کیا اور آپؐ نے فرمایا: ''تمہاری نسبت کے آگے ان مجذوبوں کی بھلا کیا حقیقت ہے؟'' پھر ان مجذوبوں نے وضو کیا، نماز ادا کی اور ان کا سارا جذب جاتا رہا۔

☆ سالک مجذوب فقیر سیدو میاںؒ:

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کے دو فرزند تھے۔ دونوں ہی ولایت اور مقام فقیری کی عظیم منزل پر تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے کا نام قیوم دوراں، حضرت مولانا شاہ احمد میاں تھا اور چھوٹے بیٹے کا نام سید محمد عرف سیدو میاں تھا جو خود ایک مادر زاد باشرع سالک مجذوب و فقیر تھے۔ ارکان شریعت کی ادائیگی کے وقت استغراق سے باہر آ جاتے تھے۔ سترہ برس کی عمر میں آپ پردہ فرما گئے تھے۔

☆ بچپن کے دور میں ایک بار سیدو میاں بابا ایک دیوار کے ٹکڑے پر بیٹھ کر فرماتے ہیں کہ ''چل میرے گھوڑے'' یہ کہتے ہی دیوار کھسک کر چل پڑی۔ جب اس بات کی خبر حضرت مولانا باباؒ کو ہوئی تو آپ فوراً اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ ''تم نے اپنی درویشی کا راز ابھی سے ہی فاش کر دیا، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔'' کہتے ہیں کہ وہ دیوار جو آہستہ آہستہ کھسک رہی تھی وہ رک گئی اور آج بھی دیوار کا وہ حصہ باقی دیوار سے الگ ہے اور اب تعمیرات کی وجہ سے عمارت میں شامل ہو گیا ہے۔

☆ حضرت فضل رحمٰنؒ سب لوگوں کو اکثر بتایا کرتے تھے کہ کوئی سیدو میاں کو پریشان نہ کیا کرے اور نہ ہی خلل پیدا کیا کرے اور کسی بھی حال میں ان کو نہ چھیڑا کرے کیونکہ وہ ہمیشہ وحدانیت میں کھوئے رہتے ہیں بلکہ مجذوب کو تو ویسے بھی نہیں چھیڑنا چاہئے کیونکہ ان کی جلالی و جمالی کیفیت لوگوں سے ہمیشہ پوشیدہ رہتی ہے۔

☆ ایک بار حاجی وارث علی شاہؒ گنج مراد آباد تشریف لائے تو حضرت مولانا باباؒ کے چھوٹے بیٹے حضرت سیدو میاں سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ فضل رحمٰنؒ نے فرمایا کہ

''ارے! اس لڑکے کے پاس تم کہاں جاؤ گے؟'' لیکن حاجی وارث پاکؒ محبت میں ملنے چلے گئے اور پھر سلام ودعا کے بعد سیدو میاں نے زور سے ''یا اللہ'' کہا کہ اس کی کیفیت سے فوراً حاجی صاحب واپس جاتے ہوئے بولے کہ ''الحمدللہ! ہمارے بچے بھی خدا نے ایسے بنائے ہیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میرا سب کچھ گم ہوگیا ہو، میرا تو وہاں رکنا مشکل ہوگیا!'' اس بات پر حضرت مولانا باباؒ نے حاجی پاکؒ سے فرمایا کہ ''ہم اسی لئے تم کو روکتے تھے۔''

☆ مشکوٰۃ حقانیہ میں اس واقعہ کی مختصر سی جھلک اس طرح سے ملتی ہے کہ جب وارث پاکؒ گنج مرادآباد تشریف لائے تو وقت زوال ہونے کو تھا۔ مولانا باباؒ کے مقبرے کی گلی جو آمدورفت کے لئے ہوتی ہے وہیں آپ مولانا باباؒ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ اپنے چھوٹے فرزند کو بلوائیے پھر حاجی وارث صاحب ان سے بھی بغل گیر ہوئے اور برائے شفقت بہت سی باتیں کی اور ان کے حق میں دعائیں دی پھر مولانا بابا اور ان کے فرزند نے حاجی صاحب کو خانقاہی مسجد کے دروازے تک رخصت کیا اور وہاں سے پھر حاجی وارث پاکؒ بانگرمئو چلے گئے۔

☆ بیعتِ اویسی کا ایک انوکھا واقعہ:

چار امریکی عورتیں جن میں سے ایک امریکہ اور تین لندن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان چاروں کو عالم رویہ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کی زیارت ہوئی اور اسی عالم میں آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کر کے مرید ہوگئیں۔ سلوک طے کرتے ہوئے ان عورتوں میں یہ خوبی پیدا ہوگئی کہ وہ لوگوں کا مرض سلب کرلیا کرتی تھیں کیونکہ وہ عالم رویہ ہی میں آپؒ سے روحانی تعلیمات اویسی طریقے سے لیتی تھیں لہٰذا وہ سب سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے ایک منزل پہ آ کر پھنس گئیں تو ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئیں اور عبدالمجید صاحب کے ساتھ سندیلہ کے راستے سے ہوتے ہوئے گنج مرادآباد آ رہی تھیں کہ آستانہ پہنچنے میں ابھی تین کوس کا فاصلہ باقی تھا کہ اچانک ''غوث گنج والی ندی'' حائل ہوگئی اور وہ چاروں اس ندی کو پار نہ کرسکیں لہٰذا عبدالمجید صاحب ان چاروں کا عرض حال بیان کرنے کے لئے حضرت مولانا باباؒ کے پاس

روانہ ہوئے جب پہنچے تو مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''اطمینان کے ساتھ تم واپس چلے جاؤ، ان سب کا کام ہو گیا ہے۔''

عبدالمجید صاحب کچھ دیر قیام کر کے ان عورتوں کے لئے کھانا لے کر جب واپس ان کے پاس پہنچے تو ان عورتوں نے مسکرا کر کہا کہ ''حضرت فضل رحمٰنؒ یہاں پر تشریف لائے تھے اور ہم سب پر توجہ دے کر واپس چلے گئے ہیں۔'' ہم مقام سلوک کی ایک منزل پر پھنس جانے کی وجہ سے یہاں آنے پر مجبور ہوئے تھے اب ہم سب بھی واپس جا رہے ہیں۔

☆ ایک دفعہ کسی علاقے سے حضرت مولانا باباؒ کا گزر ہوا دیکھا کہ ایک برہمن لڑکا پختہ کنوئیں کی منڈیر پر کپڑے دھو رہا تھا اور ناپاکی کی چھینٹیں اُڑ اُڑ کر کنوئیں میں جا رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر آپ نے اس کو منع فرمایا لیکن اس نے آپ کی بات نہ مانی اور گستاخی بھرے انداز میں جواب دینے لگا۔

آپ مولانا باباؒ نے اپنی عصائے مبارک پر منہ رکھا اور آنکھیں بند کر لیں ابھی وہ لڑکا نہا رہا تھا کہ اچانک کنوئیں کا پانی کھولتا ہوا باہر آ کر اس قدر بہنا شروع ہو گیا کہ اس نوجوان کو بھاگنے کی بھی نوبت نہ ملی۔ پانی کی لہر نے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ وہ لڑکا وہیں گر کر مر گیا۔ جب پانی جوش مارتا ہوا گاؤں تک پہنچنے لگا تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور دیکھا کہ حضرت قبلہ سر جھکائے عصائے مبارک اپنے ماتھے سے لگائے کھڑے ہیں اور پانی کنوئیں سے اُبل اُبل کر باہر آ رہا ہے۔ پھر گاؤں کے لوگ آپؒ کے قدموں میں آ کر گر پڑے اور معافی مانگی۔ آپ حضرت کو رحم آ گیا اور جیسے ہی آپؒ نے سر اُٹھایا تو سب پہلے جیسا ہو گیا پھر آپ نے فرمایا کہ:

''میں نے تو اللہ سے بس اتنی ہی التجاء کی تھی کہ اس کنوئیں کی ناپاکی دور کر دیں۔''

☆ مولانا سید محمد فاروقی رحمانی دربھنگویؒ نے بیان کیا کہ ایک شخص آپ سے مرید ہونے کے لئے آیا۔ حضرت مولانا باباؒ ان کو اپنا ہاتھ پکڑا کر مرید کرنے لگے اور کلمہ وغیرہ پڑھا کر جب یہ کہلوایا کہ ''ہم مرید ہوتے ہیں حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق دہلویؒ کے'' تو ان صاحب نے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا کہ ہم تو آپ کو جانتے ہیں۔ فضل رحمٰنؒ کے نام سے

ہم کو مرید کرنا ہوتو کیجئے ورنہ ہم مرید نہ ہوں گے۔تو مولانا باباؒ نے مراقبہ کیا پھر فرمایا ''لو ہاتھ پکڑو! ان صاحب نے ہاتھ پکڑتے ہی دیکھا کہ ان کا ہاتھ سینکڑوں بزرگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے اور بعد افاقہ مرید ہوئے۔

☆ فقیر نیاز احمد فیض آبادیؒ سے برادر گرامی جناب مولانا سید محمد علی مونگیری صاحبؒ نے بیان کیا کہ مولانا بابا قدس سرہ کی خدمت میں دو مرید کسی ضلع سے آئے اور کہا کہ ہم کو ابھی ابھی مقدمہ کا سمن دیا گیا ہے۔ آج ہی ضلع میں پیشی ہے اور اب کوئی صورت وہاں پہنچنے کی ممکن نہیں رہی۔

مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''اچھا آنکھیں بند کرلو۔'' جب ان دونوں نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں تو اپنے آپ کو ضلع کی کچہری میں کھڑے ہوئے پایا اور ابھی تک تو عملہ بھی نہیں آیا تھا۔

☆ جناب محمد احمد علی سہارن پوریؒ بخاری شریف چھاپ کر عمدہ خوشخط ایک جلد آپ کے لئے تحفہ لائے۔ چونکہ آپ کی عادت تھی کہ جو کتاب مطبع سے لوگ نذر لاتے تھے تو آپ اس کے چند اوراق اِدھر اُدھر الٹ کر غلطی بتا دیتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پہلے سے پڑھ رکھا ہو۔ غرض اس بخاری شریف میں کئی جگہ ورق بے اندازہ الٹ کر فرمایا کہ یہ یہ غلطیاں ہیں۔

مولانا احمد علی صاحب بہت متعجب ہوئے کہ میں آٹھ برس سے اس کتاب کو درست کر رہا ہوں مگر غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں آخر پھر غور کرنے کے بعد کئی اوراق کا غلط نامہ بخاری شریف میں چھاپ کر لگایا گیا۔

☆ عبدالوارث خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ گنج مرادآباد میں خانقاہ کی مسجد میں بعد نماز ظہر کوئی نہ تھا۔ حضرت فضل رحمٰنؒ مسجد کے صحن میں کھڑے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ میں مسجد کی آڑھ میں چھپ کر خاموشی سے کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا کہ حضرت نے آواز دی ''مُرداروں کہاں گئیں؟'' میں حیران ہوا کہ حضرت قبلہ اس طرح کس کو بلا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ کچھ بکریاں دوڑتی ہوئی مسجد کے اندر آئیں اور ایسے

ہانپ رہی تھیں کہ جیسے بڑی دور سے دوڑتی ہوئی آئی ہیں۔ حضرت قبلہ نے ان بکریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''خبردار مسجد کے اندر آ کر صحن میں قدم بھی رکھا تو ٹانگیں توڑ ڈالیں گے۔''

میں دیکھ رہا تھا کہ تمام بکریاں مثل آدمیوں کے وہیں کھڑی رہ گئیں۔ پھر حضرت نے فرمایا ''ٹھہرو! ہم اندر جا کر تمہارے واسطے کچھ کھانے کو لاتے ہیں۔'' یہ کہہ کر آپ اپنے مکان میں چلے گئے اور وہ بکریاں حسب دستور ویسے ہی کھڑی رہیں جس حالت میں آپ ان کو وہاں چھوڑ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت کچھ روٹیاں دامن میں چھپائے ہوئے لائے اور ذرا سا ٹکڑا توڑ کر ان کی طرف پھینکا تو وہ سب کی سب اس ٹکڑے کے لئے جھگڑا کرنے لگیں تو آپ نے غصے سے کہا ''خبردار! یہ ٹکڑا ہم نے ایک کو دیا ہے تم سب اس سے کیوں چھینتی ہو؟'' یہ کہتے ہی سوائے ایک کے باقی بکریاں چپک کر کھڑی رہ گئیں اور حضرت کا منہ تکنے لگیں۔ حضرت نے فرمایا: ''جان کیوں نکل رہی ہے؟ ذرا صبر کرو۔ ہم تمہیں بھی دیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر روٹیوں کے ٹکڑے کر کے پتھر پر بچھا دیئے اور فرمایا کہ ''لو اب تم سب مل کر کھاؤ۔''

پھر ساری بکریاں مل کر کھانا کھانے لگیں اور جب روٹیاں ختم ہو گئیں تو پھر سے آپ حضرت کا منہ تکنے لگیں تو حضرت نے فرمایا کہ ''اب کیا دیکھتی ہو! جو تھا سب دے دیا بس اب جاؤ۔'' یہ سنتے ہی سب بکریوں نے اپنی اپنی راہ لی۔

اس وقت کا لطف کوئی میرے دل سے پوچھے کہ ہمارے مولانا باباؒ کے تصرف سے حیوان بھی انسان کا کام کر رہے تھے۔

☆ حضرت مولانا عبدالحئیؒ فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر ''مقدمۂ دربھنگہ'' ہوا اور وارنٹ جاری ہوئے تو میرے لوگ آپ مولانا باباؒ کی خدمت میں پریشان ہو کر دوڑ پڑے۔ آپ حضرت نے فرمایا کہ ''تردد کی بات نہیں، وہ تو چھوٹ گئے۔'' لوگوں نے تاریخ اور وقت ملایا تو وہی وقت تھا کہ جس وقت ان کی رہائی کا حکم ہوا تھا۔

☆ اجمیر کیوں جاتے ہیں؟

ایک مرتبہ کوئی نواب صاحب، شاہ فضل رحمٰنؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! جب فاتحہ یہیں سے پہنچ جاتی ہے تو اجمیر جانے کی کیا ضرورت ہے؟

حضرت مولانا باباؒ کو ایک خادم پنکھا جھل رہا تھا اور نواب صاحب حضرت سے دور بیٹھے ہوئے تھے لہٰذا آپ نے نواب صاحب کو قریب بلایا اور جب وہ قریب آئے تو سرکار فضل رحمٰن علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ ''یہ جو پنکھا جھلا جا رہا ہے۔ اس کی ہوا آپ کو لگ رہی ہے؟'' نواب صاحب بولے ''جی ہاں! لگ رہی ہے۔'' پھر حضرتؒ نے پوچھا کہ ''جب دور بیٹھے ہوئے تھے تو لگ رہی تھی؟'' تو نواب صاحب بولے کہ ''نہیں لگ رہی تھی۔'' تو مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''بس اسی لئے اجمیر جایا جاتا ہے۔ فاتحہ تو پہنچ جاتی ہے مگر اللہ کی طرف سے جو رحمت وہاں خواجہ صاحب کے مزار پر برس رہی ہے وہ آپ کے گھر نہیں برسے گی۔ اسی لئے جیسے یہ پنکھے کی ہوا سے تم کو اطمینان ملا جبکہ یہ تمہارے لئے نہیں چل رہا ہے۔ ویسے ہی جو وہاں پر یا کسی بھی اولیاء اللہ کے مزار پر حاضر ہوتا ہے تو جو انوار اور نور کی بارش ان پر ہوتی ہے اس میں سارے حاضرین بھی بھیگ جاتے ہیں۔

یہ جواب سن کر وہ نواب صاحب اس طرح مطمئن ہوئے کہ فوراً حضرت مولانا باباؒ کے مرید ہو گئے۔

☆ ایک دفعہ حضرت مولانا باباؒ ایک مقام پر کھڑے ہوئے تھے کہ سامنے سے ایک جنازہ آیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ یہ ایک جوان لڑکی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو زندہ ہے۔'' جب لوگوں نے دیکھا تو سانس کی آمدورفت جاری تھی۔

☆ جنات بھی مولانا باباؒ کے تابع تھے:

یہ واقعہ راقم (شمع نازنین) کی نانی جان سے روایت ہے۔ انہیں مولانا بابا کی پوتی (عابدہ بی بی صاحبہ) نے بیان کیا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مولانا باباؒ ملاواں شریف میں رہتے تھے اور ان کے پاس مسلمان جنات مشورہ لینے آتے تھے اور ظہر و عصر کے درمیان جنات بچے انسانی شکل میں مولانا باباؒ سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔

☆ ایک مرتبہ بعد نماز ظہر جبکہ بچے مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ کسی ضروری کام سے آپ مسجد سے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں مصروفیت کے دوران آپ کو حقہ پینے کی حاجت ہوئی تو خادمہ کو حقہ لینے بھیج دیا۔ خادمہ نے مسجد کی بیرونی کھڑکی سے ہی قرآن پاک پڑھنے والے بچوں سے حقہ مانگا تو ایک بچے نے کہا کہ آپ اپنی آنکھیں بند کرلیں تو انہوں نے آنکھیں بند کرلیں مگر پھر فوراً کھول لیں دیکھا کہ ایک بچے نے بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ انتہائی لمبا کر کے حقہ ان کے پاس رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر خادمہ چکرا گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

جب بہت دیر تک خادمہ نہیں آئی تو مولانا باباؒ مسجد پہنچے تو دیکھا کہ خادمہ تو بے ہوش پڑی ہے۔ آپ نے اسے ہوش میں لا کر گھر روانہ کیا اور پھر بچوں کو ڈانٹا کہ ضرور تم بچوں نے ہی کوئی شرارت کی ہے۔

بچوں نے بتایا کہ ہم سب تو صحن میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے تھے۔ انہوں نے حقہ مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ انہوں نے آنکھیں بند تو کرلیں مگر جب ہم نے ہاتھ بڑھا کر حقہ دیا تو وہ اپنی آنکھیں کھول چکی تھیں اور ہمارا لمبا ہاتھ دیکھ کر چیخ ماری اور گر گئیں۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں مگر پھر آپ تشریف لے آئے۔

مولانا باباؒ نے بچوں کو ڈانٹا کہ ''میں نے کہا تھا کہ انسانی بچے بن کر پڑھو، جناتی حرکتیں مت کرنا۔ اب آئندہ ایسی حرکت کی تو پڑھانا چھوڑ دوں گا۔''

میری نانی جان نے بتایا کہ پھر کبھی جناتی بچوں نے کوئی شرارت نہیں کی۔

☆ ایک مرتبہ سمندری جہاز کے ذریعے حجاج کرام کعبہ شریف جا رہے تھے کہ جہاز گرداب میں آ گیا۔ اس جہاز میں مولانا باباؒ کے بہت سے مرید بھی سوار تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کو پکارا تو ان حجاج کرام نے بچشم خود دیکھا کہ مولانا باباؒ نے جہاز کو کندھا لگا کر گرداب سے نکال دیا۔

چوتھا باب

کشف القبور و برزخ

☆ جہاں بڑے بڑے اولیائے کاملین چلہ کشی اور ریاضت کر کے کشف القبور کے تصرف کو حاصل کرتے ہیں وہاں آپ مولانا باباؒ کو یہ نعمت اللہ کی طرف سے فطرتاً عطا تھی۔

☆ آپ حضرت قبلہ خود فرماتے ہیں کہ ہم کو کشف القبور بچپن سے حاصل تھا۔ ایک شخص کی جب وفات ہوئی تو ہم اس کی قبر پر گئے اور دیکھا کہ وہ اپنی لونڈی پر کبھی بدسلوکی کر دیا کرتا تھا جس کے سبب عذاب قبر میں مبتلا تھا لہٰذا ہم ان کی قبر پر اس لونڈی کو لے گئے اور اسے بتایا کہ یوں کہو کہ جو کچھ انہوں نے ہم سے بے ادبی کی ہے، ہم نے ان کو معاف کیا۔ تو لونڈی نے ایسا ہی کہا اور پھر ہم نے لونڈی سے کہا کہ کچھ پڑھ کر بخش دے تو اس نے پڑھ کر بخشا اور پھر صاحب قبر کا حال اچھا ہو گیا۔

☆ آپ حضرت فرماتے ہیں کہ دہلی شریف میں ہم اپنے مرشد خواجہ آفاق شاہ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جب ہمارے مرشد اپنے اندرونی حجرے میں تشریف لے جاتے تھے تو ہم دہلی کے مزارات پر حاضر ہوتے اور جب وہاں سے فاتحہ پڑھ کر آتے تو ہمارے مرشد مزارات کی کیفیت دریافت فرماتے اور ہم مزارات کے حالات و معاملات ان کے روبرو عرض کر دیتے تھے ایسے ہی ایک مرتبہ کسی مرید کو خیال آیا کہ فضل رحمٰن کو تو تھوڑے ہی روز آئے ہوئے ہو گئے ہیں اور یہ تو مزارات کے ایسے رفیع الحالات مرشد قبلہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں۔ جب مرشد قبلہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اپنے اس مرید سے فرمایا کہ ''یہ لڑکا بالکل سچ کہہ رہا ہے۔''

☆ آپ حضرت فضل رحمٰنؒ کے ایک فرزند حضرت سیدو میاں مادر زاد سالک مجذوب تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت قاضی محمد ابرار صاحب ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے تو

مولانا باباؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ ''دیکھا! ہمارا بیٹا کیسے خوشحال ہے۔''

☆ ایک شخص آپ کی خدمت میں اپنی مرحوم والدہ کے لئے دعا کروانے آیا تو آپ نے فرمایا کہ ''وہ تو خوشحالی میں ہے'' اس شخص کو آپ کی باتوں پر اندیشہ ہوا تو آپ نے اس کو اس کی مرحومہ والدہ کا نام اور حلیہ بھی بتا دیا اور فرمایا کہ ان کی روح خود اپنا حال بیان کر رہی ہے۔

☆ حضرت مولانا باباؒ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ''تمہارے وطن میں کون کون سے بزرگ گزرے ہیں؟ اس شخص نے سارے بزرگوں کے نام لئے تو حضرت نے ہر ایک بزرگ کی نسبت ظاہر فرمائی۔ اتنے میں اس شخص نے ناگہ شاہؒ کا نام لیا جن کا مزار سنبھل کے ماتی پور میں ہے۔ آپ نے مزار کی سمت دریافت فرمائی اور عرض کرنے پر بزرگ کا مقام اور حلیہ از روئے کشف بیان فرما دیا جیسے کہ وہ سامنے ہی موجود ہوں۔

☆ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس کسی میت کے لئے دعا کی التجا کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو عذاب میں مبتلا ہے مگر اس کا ایمان سلامت ہے۔ تم بھی اس کے واسطہ دعا کیا کرو۔ وہ شخص جب دعا کرنے لگا تو واقعی اس پر میت کے عذاب کا منظر ظاہر ہو گیا پھر تو وہ شخص کافی عرصے تک دعا کرتا رہا اور اکثر عالم رویہ میں میت کے عذاب میں کمی ہوتی ہوئی دیکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دن بعد اس نے خواب میں میت کو چند لوگوں کے ساتھ بہت خوشحالی میں دیکھا تو میت نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس بندے نے میرے ساتھ بہت احسان کیا اور مجھ کو عذاب سے چھڑوا دیا۔

☆ آپ مولانا باباؒ کے ایک مرید کا معاملہ کچھ گڑبڑ ہو گیا تھا اور اس کے مرنے کے بعد کسی نے دیکھا ارواح اموات نے بیان کیا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے جیسے ہی آئے ویسے ہی فوراً مولانا باباؒ تشریف لے آئے اور اسے عذاب سے چھڑوا دیا۔

☆ ایک عورت آپ کی مرید تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو آپ مولانا باباؒ کے ایک بزرگ

دوست نے مکاشفے میں دیکھا کہ قبر میں سوال کے وقت اس عورت نے کہا کہ "میں تو مولانا فضل رحمٰنؒ کی مرید ہوں اور ان سے محبت رکھتی ہوں۔" اس بات پر وہ بخش دی گئی۔

☆ حضرت قاضی محمد ابرار صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میری لڑکی حضرت فضل رحمٰنؒ کی مرید تھی اور جب اس کا انتقال ہوگیا تو حضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ وہ (اس کی روح) ہمارے پاس اب بھی آتی ہے اور ہم اس کو توجہ دیتے ہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ مولانا باباؒ کی مجلس میں بہت سارے آدمی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکا یک باآواز بلند فرمایا "نواب واجد علی شاہ بخشا گیا۔" یہ سن کر لوگوں کو تعجب ہوا کہ وہ تو عیاش آدمی تھا پھر کیسے سستے میں چھوٹ گیا؟ آپ حضرت نے فرمایا کہ "اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی تھی۔ یہ تو اللہ پاک کا بڑا فضل ہے کہ جس کو چاہے بخش دے۔"

دو چار روز میں پورے اودھ میں خبر پھیل گئی کہ نواب صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس وقت بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ نواب واجد علی نے وصال سے قبل عادت نماز و تلاوت قرآن کثرت سے کی تھی اور صحابہ کرامؓ پر تبرا کے رسالے چاک کروا دیئے تھے۔

☆ ایک بار حضرت دادا میاںؒ جو کہ مقام قیومیت پہ فائز تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے نیچے ملائکہ کا ایک ہجوم ہے۔ اس ہجوم کے درمیان میں ایک شخص گرفتار کر کے لایا گیا تو کسی نے کہا کہ "وہ تو مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کا مرید ہے۔"

اتنے میں ندا آئی "کیا وہ آفاقی ہے؟" تو انہوں نے کہا ہاں! بس وہیں حکم ہوا کہ چھوڑ دو۔ اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔ پھر دادا احمد میاںؒ نے یہ خواب مولانا باباؒ سے بیان کیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہی شخص جب آستانہ پر حاضر ہوا جس کو دادا احمد میاںؒ نے خواب میں دیکھا تھا تو اس کو دیکھتے ہی آپ پہچان گئے اور مولانا باباؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر کیا تو آپ فضل رحمٰنؒ نے اس شخص کو بشارت عفو و کرم (مغفرت کی بشارت) بخشی۔ یہ واقعہ اسی وقت سے زبان زد عام ہے۔

نکیرے پوچھتے ہی تھے کہ اتنے میں ندا آئی
اسے مت چھیڑ نا، دیوانہ ہے یہ فضل رحمٰنؒ کا

☆ آپ حضرت مولانا باباؒ جب کبھی حضرت پیر جلیلاں لکھنویؒ اور حضرت اخی جمشید راج گیریؒ جیسے سابقین اولیا اکابر کے مزارات کے سامنے سے گزرتے تو یہ اولیائے کرام آپ سے فرماتے کہ ''تم ہمارے خانوادے وسلسلے میں کیوں نہ ہوئے؟''

☆ مجذوب کا جذب سلب کرنا:

آپ حضرت شاہ فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایسے بڑے مرتبہ کے مجذوب آتے تھے کہ جن کے جذب کو مجدد الف ثانیؒ کے سلسلے کے خلیفہ غلام علی دہلوی نقش بندی علیہ الرحمہ بھی مانتے تھے۔ پھر ہم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ: ''تمہاری نسبت کے آگے ان کی بھلا کیا حقیقت ہے۔'' پھر جب ان مجذوب نے وضو کر کے ہمارے پیچھے نماز ادا کی تو ان کا سارا جذب جاتا رہا۔

☆ دہلی میں ایک مجذوب رہتا تھا۔ جب بھی کوئی روحانیت اور نعمت حاصل کر کے اس کے پاس سے گزرتا تو وہ مجذوب اس نعمت کو سلب کر لیتا تھا (یعنی روحانیت چھین لیتا تھا)۔

ایک دفعہ حضرت فضل رحمٰن صاحبؒ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے وہاں وقفہ کیا تو وہ مجذوب آیا اور کشتی لڑنے کے لئے اصرار کرنے لگا۔ آپ نے اس کو انکار کیا لیکن وہ نہیں مانا تو پھر حضرت مولانا باباؒ نے اس مجذوب کو کشتی میں تین بار پچھاڑ دیا۔

☆ سندیلہ میں ایک مجذوب ننگے گھوما کرتے تھے۔ جب آپ سندیلہ تشریف لائے اور سردی کی وجہ سے آپ دُلائی اوڑھے ہوئے دھوپ میں لیٹے ہوئے تھے کہ نصرت علی رحمانی صاحب نے اس مجذوب کو اشارہ کیا کہ حضرت قبلہ کے سامنے جاؤ جب وہ مجذوب حضرت مولانا باباؒ کے سامنے گیا تو حضرت کی نظر جیسے ہی اس مجذوب پر پڑی تو آپ نے فرمایا ''تم کو شرم نہیں آتی؟ بڑے بے غیرت ہو۔'' اتنا کہتے ہی اس مجذوب کو ہوش آ گیا اور اس دن کے بعد سے برابر کپڑے پہننے لگا۔

☆ آپ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کی یہ شان و عظمت تھی کہ آپؒ جس شہر یا علاقے

میں جاتے تو وہاں کے اکابر مجذوب آپؒ کی زیارت کو آتے۔ آپؒ کے سامنے اُن مجذوبوں کا جذب جاتا رہتا اور وہ ہوش میں آجاتے' یہاں تک کہ آپؒ کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے باشرع ہوجاتے۔

☆☆☆☆☆

پانچواں باب

عقائد حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

(1) میلاد شریف:

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے مولوی محمد علی مونگیری صاحبؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''مولود کیا ہے؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا بھی میلاد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا ذکر وتعریفوں کا عام چرچا کرنا بھی مولود ہے۔ سلام ہو یا قیام، ذکر رسالت کو ادب ومحبت سے بیان کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ جو اہل محبت ہیں ان کو ہی خدا نے یہ توفیق بخشی ہے۔''

☆ حضرت دادا احمد میاں علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ ''بعض لوگ میلاد شریف کو شرک وکفر کہتے ہیں تو آپ مولانا باباؒ غصے میں کانپنے لگے اور فرمایا ''السلام علیک یا ایھا النبی'' لو ہم تو روز بوقت التحیات میلاد میں شریک ہوا کرتے ہیں۔ جب نماز میں نبیؐ کو پکارنا اور سلام پڑھنا شرک نہیں تو نماز کے باہر کیسے شرک ہوگیا؟''

☆ چودھری محمد عظیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کی رات تھی تو میں نے مولانا باباؒ سے عرض کیا کہ میلاد شریف کی اجازت مرحمت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ ''ہمارے حکیم نیاز احمد فیض آبادیؒ مولود شریف پڑھ دیں گے تم بستی میں خبر کر دو۔'' پھر میں نے مسجد میں بارہ طاقوں میں بارہ چراغ روشن کئے تو اتنے میں ایک صاحب اعتراض کر بیٹھے کہ اتنے سارے چراغ جلانا فضول خرچی ہے۔

اتفاق سے حضرت مولانا باباؒ کو اس بات کا علم ہوگیا اور آپ نے اعتراض کرنے والے سے فرمایا کہ ''تمہارے خیال میں اگر کسی نے فضول خرچی کی ہے تو جن چراغوں کو تم ضرورت سے زیادہ سمجھو ان کو جا کر بجھا دو۔''

شیر محمد فرخ آبادی اٹھ کر گئے اور پہلا چراغ بجھا کر دوسرے چراغ کو بجھانے کے لئے

آگے بڑھے تو پہلا چراغ خود بخود جل گیا۔ بار بار وہ چراغ بجھائے جاتے مگر چراغ خود بخود دوبارہ جلنا شروع ہو جاتے تھے۔ آخر کار تھک ہار کر بیٹھ گئے اور ایک چراغ بھی نہ بجھا پائے تو حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ نے فرمایا کہ ''اب بولو تمہارا اصراف والا اعتراض کدھر گیا؟ تم نے اخلاص لامنظر نہ دیکھا ہو تو اب دیکھ لو۔''

شیر محمد فرخ آبادی صاحب یہ سب کچھ دیکھ کر ایسے شرمندہ ہوئے کہ فوراً آپ کے مرید ہو گئے۔ ادھر مولانا باباؒ کو ایسا جوش آیا کہ منبر پہ کھڑے ہو کر میلاد رسولؐ پر بیان دیا اور پھر امرتی پر فاتحہ پڑھ کر کھائی اور باقی امرتیاں سب کو بانٹ دی۔

(2) گیارہویں شریف:

ایک دفعہ حضرت مولانا احمد میاںؒ نے فرمایا کہ ''آج گیارہویں شریف ہے اور مولوی یوسف علی بھوپالی نے بتاشے منگوائے ہیں۔'' حضرت مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''لاؤ بتاشے! ہم فاتحہ کر دیں۔'' اور پھر آپ نے فوراً بتاشے اٹھائے اور قرآنی آیات پڑھ کر فرمایا کہ اس کا ثواب ہمارے نانا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پہنچے۔ پھر دو تین بتاشے خود کھائے اور حاضرین میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔

(3) محرم الحرام:

ایک مرتبہ حضرت فضل رحمٰنؒ محرم الحرام میں لکھنؤ تشریف لائے تو آپ کو مرثیہ پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چلانے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ محرم کے ایام ہیں لوگ مرثیے پڑھ رہے ہیں۔ مرثیے کے جو اشعار معرفت بھرے ہوتے تو آپ نعرہ مارتے اور پھر دو دو، تین تین دن تک وجد و حال طاری رہتا تھا۔

آپ مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ جو محرم میں حضرت امام حسینؓ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں، صحیح روایتوں سے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں پھر ان کے نام پر جو کچھ بھی خیرات کرتے ہیں تو امام حسینؓ نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ ان پر رحمت بھی نازل ہوتی ہے۔ بھلا ایسے لوگوں کے ذکر میں خصوصاً ان کے رنج والم کے بیان میں کیوں نہ فیضان نصیب ہوگا۔

ماہ محرم میں آپ تعزیوں کا بہت ادب کرتے تھے اور فرماتے کہ "تعزیوں کے بارے میں نازیبا باتیں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ اس کو نسبتِ امام حسینؓ حاصل ہے۔ آپ اکثر ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتے جو تعزیے کی بے حرمتی کرتے اور ادب نہ کرتے جبکہ غیر شرعی کام کرتے رہتے تھے۔

4۔ عرس و چہلم:

حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد اپنے شیخ خواجہ محمد ضیا اللہ صاحب کا سالانہ فاتحہ کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اپنے پیر و مرشد کی تاریخ وصال پر سالانہ فاتحہ شِیر برنج کیا کرتے ہیں۔

پھر شِیر برنج مٹی کے پیالوں میں لا کر رکھی گئی اور مولانا باباؒ نے اس پر پانچ احادیث پڑھیں اور ان کے خدام و شاگردوں نے چاروں قل و سورۃ فاتحہ ختم کے ساتھ پڑھا پھر مولانا باباؒ نے نصف پیالہ نوش فرما کر باقی تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

☆☆☆☆

چھٹا باب

بعض الزامات کے جوابات

(1) مولوی اسحٰق دہلوی سے درس:

بعض روایات میں مشہور ہے کہ حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کے وصال کے بعد آپ مولانا باباؒ نے حضرت اسحٰق دہلوی سے درس لیا جو کہ بالکل غلط ہے کیونکہ مولانا بابا اور شاہ اسحٰق صاحب کا دور طالب علمی ایک ہی ہے۔

حضرت مولانا باباؒ کو کیونکہ حدیث سے عشق تھا تو شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خواہش پر آپ نے ان کے ساتھ دورۂ حدیث کیا تھا اور اپنے استاد کی روحانی خوشی کے لئے بخاری و مسلم شریف کا دورہ بیس ایام میں اس طرح کیا کہ کبھی اسحٰق صاحب حدیث پڑھتے تو مولانا باباؒ سنتے اور کبھی مولانا بابا حدیث پڑھتے تو اسحٰق صاحب سنتے تھے۔

مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ دہلی کے تیسرے سفر میں مولوی محمد اسحٰق صاحب ہم سے ملے تو ہم کو اپنے گھر لے جا کر اپنے داماد مولوی شاہ نصیر الدین مجددی دہلوی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرشد اول) اور اپنی دختر کو ہم سے مرید کروایا۔ مولوی نصیر الدین صاحب علیہ الرحمہ اکثر آپ مولانا باباؒ سے توجہ لیا کرتے تھے اور بڑی محبت رکھتے تھے۔

(2) الزام کان کٹ جانا:

ایک روایت ہے کہ بچپن میں آپ بیل گاڑی کے نیچے آ گئے تھے جس کے پہیے سے آپ کا ایک کان کٹ گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ حضور اعلیٰ کا کان بفضل الٰہی بدستور قائم تھا۔ بس اتنا ہوا تھا کہ بیل گاڑی کا پہیہ نکلنے پر کان کی کُچیا اتنی دب گئی تھی کہ اوپری حصہ کان سے مل گئی تھی۔

(3) الزام ذریعۂ معاش کا:

بعض روایات میں ہے کہ آپ مولانا باباؒ قرآن مجید کی تشریح کر کے اپنی اجرت

حاصل کرتے یہ روایت بالکل غلط ہے کیونکہ مولانا باباؒ آخری عمر تک تارک کے درجے پر تھے۔ تارک کا درجہ وہ ہوتا ہے جس میں متاعِ دنیاوی سے ہی ترک ضروری نہیں ہوتا بلکہ اہل دنیا سے بھی ترک ضروری ہوتا ہے۔ آپ کا توکل اس درجے پر تھا کہ آپ اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کرتے تھے اور آپ کا رزاق اللہ ہی تھا۔ آپ کو غِناء ظاہری و باطنی غیبی طور پر اللہ کی جانب سے بھی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ ہم کو دیتا ہے تاکہ ہم مخلوقِ خدا میں تقسیم کریں۔

مندرجہ ذیل کچھ روایتیں لکھی جارہی ہیں جن سے آپ کے غناء اللہ کی جھلک ملتی ہے۔

(۱) مرزا محمد علی بیگ راقم ہیں کہ جب میں مراد آباد پہنچ گیا آئے ہوئے ایک دن ہو چکا تھا تو میرے پاس واپسی کے لئے چالیس پینتالیس روپے بچے تھے۔ جب مولانا باباؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس پینسٹھ روپے ہوں تو ہم کو قرض دے دو۔ میں سوچنے لگا کہ اتنے تو نہ ہوں گے۔ اتنے میں مولانا بابا نے فرمایا کہ تم اپنے بٹوے میں تو ذرا دیکھو! چنانچہ میں نے بٹوا کھولا اور روپے گنے تو پورے پینسٹھ روپے نکلے۔ اس کشف جلی پر میں دنگ رہ گیا اور پوری رقم پیش کردی جسے آپ نے جلدی ہی لوٹا دیا۔

(۲) قاضی عابد کہتے ہیں کہ میری اراضی میں جب مولانا باباؒ کی دعا سے نفع ہوا تو میں چار سو روپے نذرانہ لے کر حاضر ہوا۔ سو روپے علیحدہ اس لئے رکھ لئے کہ مولانا بابا کے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے جب پیسے نہ بچیں گے تو یہ سو روپے پیش کردوں گا۔ میرے پہنچنے سے پہلے حکیم عظمت حسین ملے اور کہا کہ آپ کا بڑی دیر سے انتظار ہو رہا ہے۔ جب فائز خدمت ہوا تو مولانا باباؒ نے فرمایا کہ ''تمہارا جذبۂ خدمت محمود ہے مگر ہمارے پاس بچنے نا بچنے کی فکر تم کو کیوں ہے؟ خدا ہمارا کارساز ہے تو پھر کیا فکر ہے؟'' اس کشف میں گم ہو کر میں نذرانہ پیش کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ باہر چاندنی شاہ دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں چار سو روپے ان کو دے آؤ۔ میں تعمیل حکم کے بعد آکر اپنے اور والدہ کے نذرانے پیش کرنے لگا تو فرمایا ''اسے اپنے پاس رکھو اور ضرورت فاضل تمہارے پاس پچیس روپے ہیں ہم کو قرض دے کر یہ ۱۲۵ روپے مستان شاہ جو چادر

اوڑھے بیٹھے ہیں ان کو دے آؤ۔ میں نے اپنے بیگ میں دیکھا تو جو رقم لے کر چلا تھا اس کے علاوہ یہ پچیس روپے نجانے کب کے رکھے ہوئے تھے۔ لہٰذا موافق حکم مستان شاہ کو روپے دے آیا اور عرض کیا کہ یہ بقیہ قرض نہیں یہ آپ کی نذر ہے۔ اس دن سے میں سمجھ گیا کہ درویشوں کا آپ ماہانہ، ہفتہ وار بھی مقرر فرماتے تھے۔ اپنی چیز کی خود کو خبر نہیں مگر آپ پر ہر بات روشن تھی۔

درج بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے تصرفات کو اس قدر چھپاتے تھے کہ دوسروں کو خبر نہ ہو اور باقی کام بھی انجام کو پہنچ جائیں۔ جیسا کہ آپ نے بیگ صاحب سے جب ۶۵ روپے مانگے حالانکہ ان کے پاس چالیس پینتالیس روپے تھے اور قاضی صاحب سے بھی ان کی رقم سے زیادہ مانگا مگر جب دونوں حضرات نے دیکھا تو اتنی ہی رقم پائی جبکہ مولانا باباؒ خود بھی بلاواسطہ اس رقم کو ادا کر سکتے تھے مگر اپنی درویشی کو قرض کے بہانے سے اس طرح پوشیدہ رکھا کہ دونوں حضرات کو پتہ بھی نہ چلا۔

☆☆☆

ساتواں باب

حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کی پسندیدہ غذا

آپ کی محبوب غذا عام طور پر مونگ کی کھچڑی ہوتی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے مرشد کو یہ کھچڑی بہت پسند تھی۔ اسی نسبت سے آپ نے ستر برس تک مونگ کی کھچڑی بڑے ہی شوق سے کھائی۔ آپ کو باجرے کی روٹی اور ماش کی دال بھی پسند تھی۔ حتیٰ کہ جو بھی مریض حاضر ہوتے ان کو بھی دال کے ساتھ باجرے کی روٹی کھلاتے جس کی وجہ سے لوگوں کا مرض سلب ہو جاتا تھا۔ پھر ارشاد فرماتے کہ خدا کے دوستوں کا کھانا مطبخ جبرائیلؑ سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ نے شیر مال کا تازہ اور گرم ٹکڑا دے کر فرمایا کہ یہ مطبخ جبرائیلؑ کی طرف سے ہے۔ گوشت آپؒ نوش نہ فرماتے تھے مگر باآداب سنت کبھی چکھ لیتے تھے۔ لباس کے معاملے میں آپؒ سادگی پسند رہے اور دو تین جوڑوں سے زیادہ نہ رکھتے نہ ہی تکیہ و گدّا رکھتے۔

مولانا باباؒ کی سخاوت

آپ لوگوں پر ان کے والدین سے بھی زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ انسان تو انسان جانور بھی محروم نہ رہتے اور بقال کو حکم تھا کہ روزانہ بطخ، کبوتر، مینا، فاختہ وغیرہ کو دانہ ڈالا کرے۔ جب آپ مسجد سے نکل کر زنان خانہ میں جانے لگتے تو یہ جانور اور پرندے آپ کو گھیر لیا کرتے تھے تو آپ فرماتے ''کم بختو! ہمارے پاس کیا رکھا ہے؟ جاؤ دور ہو جاؤ! مگر وہ سب آپ کو گھیرے رہتے تو بقال سے کہہ کر مزید غلہ ڈلوا دیتے تھے اور تمام چرند پرند خوشی سے کھانے لگتے تھے۔

☆ آپؒ صاحب فقر تھے۔ اگر کوئی شخص باطنی دولت کا سوال کرتا تو آپ کبھی عذر نہ کرتے بلکہ اس قدر نوازتے کہ جس کا کوئی حساب نہ ہوتا اور جس وقت آپ مراقب ہوتے تو

آپ کے ساتھ یا پیچھے جو بھی بیٹھ جاتا اس کے تمام لطائف بیدار ہو جاتے اور بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا کہ آپ اپنی نظر کیمیا سے تمام منازل طے کرا دیتے تھے۔

دنیا کے طالب بھی آپ کی نظر کرم سے محروم نہ رہے۔ جس قدر لوگوں نے آپ کی سخاوت سے فائدہ اٹھایا اس کا علم عالم غیب کے سوا کسی کو بھی نہیں تھا۔

آپ اپنی خانقاہ میں لوگوں کو ٹھہرنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ جب طالب دنیا کے قلب پر آپ کی نظر پڑتی تو آپ کو بڑا ہی رنج ہوتا۔ اس لئے آپ ان کی حاجت کے لئے دعا کرتے اور وہ پوری ہو جاتی تھی۔ طالبانِ خدا کو نہ ٹھہرانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ایک نظر میں وہ کامیاب ہو جاتے تھے۔ آپ کی غائبانہ توجہ میں بھی وہی فیض ہوتا جو حضوری میں ہوتا تھا۔

☆ ایک مرتبہ کوئی عربی صاحب تشریف لائے اور خانقاہ کے مقبرے کے پاس بیٹھ گئے۔ رات کے دس بجے مولانا باباؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ''یا شیخ الہند'' ہمارا اسباب کان پور میں چوری ہو گیا ہے۔ بہت مجبور ہیں۔ اس وقت آپ ہم کو دو سو روپے عنایت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ عربی صاحب نے فرمایا ہم کچھ نہیں جانتے جس طرح بھی ممکن ہو عطا فرمائیے۔ چونکہ مولانا باباؒ اہل عرب کی بہت عزت کرتے تھے اور بڑی محبت سے پیش آتے تھے اسی وقت اپنے منشی کو بلایا اور فرمایا کہ ''بھائی جہاں سے بھی ممکن ہو دو سو روپے لا کر عرب صاحب کو دے دو۔''

میر منشی نے کہا حضور رات کے دس بج چکے ہیں، دکانیں بند ہو چکی ہیں، کہاں سے ہم لائیں؟ تو فرمایا کہ کسی بقال سے قرض لے کر آؤ جب ہو گا تو ہم واپس کر دیں گے۔ جب منشی صاحب بقال کے پاس گئے تو اس نے کہا میرے پاس تو صرف ڈیڑھ سو روپے ہیں اور اتنے ہی روپے دے دیئے۔ پھر منشی نے مولانا باباؒ کو ڈیڑھ سو روپے پیش کیے اور مولانا باباؒ نے عرب صاحب کو پیسے عطا کئے تو وہ کہنے لگے یا شیخ الہند! ہم دو سو روپے سے کم نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا ''بھائی! اس وقت اور زیادہ نہیں ہیں لیکن عرب صاحب نے ایک نہ مانی اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔ تو مولانا باباؒ نے میر منشی کو حکم دیا کہ ''جاؤ پچاس روپے اور لے کر آؤ۔'' تو منشی نے

دوسرے بقال سے پچاس روپے لاکر عرب صاحب کو دیئے اور پھر وہ رخصت ہو گئے۔

چند قدم چل کر پھر عرب صاحب واپس آئے اور کہنے لگے کہ یا شیخ الہند! جو مال ہمارا چوری ہو گیا اس میں ایک چادر، ایک دری، ایک لوٹا اور ایک کٹورہ بھی تھا۔ آپ نے یہ سن کر اپنی چادر جو اوڑھی ہوئی تھی، اپنی دری، اپنا لوٹا اور کٹورہ عنایت فرما دیا اور کہا کہ ''اب جلدی سے چلے جاؤ۔ کسی کو خبر نہ ہو، رات کے بارہ بج چکے ہیں۔''

عرب صاحب مسجد سے باہر جا کر پھر واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ یا شیخ الہند! ہم کو آٹھ خطوط لکھ دو۔ مولانا باباؒ نے میر منشی کو حکم دیا کہ لکھ دو مگر عرب صاحب نے کہا کہ نہیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیں۔ اندھیری رات تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ مشکل تھا کہ کوئی دیا روشن رہتا، اگرچہ میر منشی نے بھی کچھ تامل کیا کہ عرب صاحب بے فائدہ تکلیف دے رہے ہیں لیکن مولانا باباؒ نے فرمایا: چپ رہو! تم کیا جانو! پھر آپ مسجد کے اندر تشریف لائے اور آپ نے عرب صاحب کی فرمائش پوری کر دی۔ ان خطوط کی کاوش میں رات کے دو بج گئے۔ آپ نے کمال محبت و ادب سے فرمایا۔ ''آؤ عرب صاحب ہم تم کو خود پہنچا آئیں۔'' چنانچہ تھوڑی دور تک آپ ساتھ گئے اور مصافحہ فرما کر رخصت کیا۔

عرب صاحب چند قدم چل کر پھر واپس آ گئے اور کہا یا شیخ الہند! ہم کو ٹٹو بھی منگوا دو۔ آپ دروازے پر ہی کھڑے تھے تو آپ نے میر منشی سے کہا کہ ٹٹو بھی لا دو۔ آخر کار جب ٹٹو بھی آ گیا تو آپ نے فرمایا ''اب اس پہ بیٹھو اور چپ چاپ چلے جاؤ، لوگوں کے اٹھنے کا وقت ہو گیا ہے۔ سب کو معلوم ہو جائے گا۔ وہ عرب صاحب ٹٹو پر بیٹھ کر چند قدم تک گئے کہ پھر واپس آ گئے اور کہا کہ اس کا کرایہ بھی آپ ادا کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ٹٹو والے سے کہا کہ فلاں بقال سے لے لینا۔

☆ متاع دنیاوی میں آپ کے پاس ایک چارپائی، ایک پانی کا گھڑا، کھجور کی چٹائی اور کلوخ و پانی کا بدنا تھا۔ آپ کا خادم رات میں ایک خوفناک خواب دیکھ کر اس زور سے اُچھلا کہ اس کی چارپائی کی پٹی ٹوٹ گئی۔ آپ کو اس پر رحم آیا اور اسی وقت اپنی چارپائی اس خادم کو عنایت فرما دی۔

☆ محمود خان صاحب کہتے ہیں کہ میں اکثر حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''تم تو اپنی چادر بھی نہیں لائے اور یہ کہہ کر اپنی چادر دے کر کہا کہ ''اسے اوڑھ لو اور چپکے سے چلے جاؤ۔''

☆ مراد آباد میں کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا کہ جسے آپ روز دس، پانچ نہیں بلکہ سو، پچاس عطا نہ فرماتے ہوں اور کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا کہ جس کو آپ نے کپڑے نہ دیئے ہوں۔ آپ لوگوں کو اس قدر کپڑے دیتے تھے کہ وہ کپڑے ان کو برسوں تک کے لئے کافی ہو جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ لوگوں کو اس قدر دریاں اور قالین عطا فرماتے کہ اگر احتیاط سے رکھے جائیں تو عمر بھر کے لئے کافی ہو جائیں۔

☆ ایک بار کوئی صاحب مولانا باباؒ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور ایک قیمتی گھڑی پیش کی۔ آپ نے لے کر اس گھڑے میں رکھ دی جو ردی کے ٹکڑے ڈالنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد منشی نیاز احمد صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: دیکھنا ذرا! گھڑے میں ایک ڈبیہ پڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو ایک گھڑی ہے تو آپ نے فرمایا: ''گھڑی کسے کہتے ہیں؟'' جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ اس سے وقت معلوم کیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا ہم کو تو یونہی وقت معلوم ہو جاتا ہے۔ اب صبح ہوئی، اب دوپہر ہوئی اور اب شام ہو گئی۔ ہم تو سمجھے تھے کہ یہ ڈبیہ بتاشے رکھنے کے کام آئے گی۔ منشی صاحب نے فرمایا: یہ تو گھڑی ہے جو وقت معلوم کرنے کے کام آتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''تم لے لو! تمہارے کام آئے گی۔''

☆ ایک دفعہ ایک اہل بستی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا باباؒ نے ان سے کوئی بات نہ کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ ان سے ناراض ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے اس بات پر خفا ہیں کہ میں نماز کو نہیں آتا مگر آپ کو کیا معلوم کہ کب سے فاقہ ہے اور اس لباس کے سوا کوئی دوسرا لباس بھی نہیں ہے۔ آپ مولانا باباؒ نے فرمایا ''یہ مت بھولو کہ نماز کبھی معاف نہیں ہوتی۔ سب کچھ تو نماز پڑھنے سے ہی مل جاتا

ہے۔''آخرتم کو کتنا غلہ اور کپڑا کافی ہوگا؟'' وہ بولے کہ دوسو میں سب کچھ ہو جائے گا تو آپ نے فرمایا کہ بقال سے ہماری طرف قرض کہہ کر لے لو۔ تھوڑی دیر میں بقال نے آکر بتایا کہ آپ نے فلاں شخص کو بھیجا تھا۔ وہ دوسو نقد اور دوسو کا غلہ، چار سو کا کپڑا آپ کے نام سے لے گیا ہے۔ آپ سے پوچھنے بھی نہیں آنے دیا۔ اس بات پر آپ نے فرمایا''تم گھبراؤ نہیں! خدا نے چاہا تو ہم جلد ادا کر دیں گے مگر ان سے تم کچھ مت لینا۔'' مغرب بعد وہ صاحب آئے تو آپ نے پوچھا کہ عصر و مغرب کی نماز میں کہاں رہے؟ تو وہ بولا کہ کپڑے پاک کرنے کی وجہ سے عصر کو نہ آسکا اور جب کپڑے سوکھے تو ننگے پیر رہ گیا۔ گھر کے خرچہ سے کچھ بچا کر جوتا نہ لے سکا کیسے مسجد آتا؟ آپ نے خادم نور سے جوتا دلا دینے کا حکم دیا۔ جوتا خریدنے کے بعد وہ صاحب گھر گئے اور عشاء کی نماز میں پھر نہ آئے۔ اسی وقت قاضی عابد علی آپ کے لئے وضو کا پانی لائے۔ آپ نے کشف سے ان کے دل کی (حضرت کی سخاوت کے ناجائز فائدہ اُٹھانے والی) بات جان لی اور فرمایا''خدا ہم کو اس لئے دیتا ہے کہ ہم مخلوق کی مدد کریں۔ لینے والے جس نیت سے لیں گے ان کو ویسا ہی پھل ملے گا۔

☆ ایک بار ایک راجہ صاحب فائز خدمت ہوئے اور ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ مولانا باباؒ نے فوراً رام دین بقال کو طلب کر کے تھیلی بلا دیکھے گنے اس کے حوالے کر دی۔ بقال جب آپ کے سامنے گننے لگا تو آپ نے فرمایا کہ''گھر جا کر گن لینا۔'' جب بقال دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا''اب تو تمہارا قرضہ ادا ہو گیا ہو گا؟'' تو بقال نے کہا کہ ابھی تو پچاس روپے اور بھی باقی ہیں۔ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ اللہ وہ بھی ادا کروا دے گا۔

مولانا باباؒ پر کشف کے ذریعے لوگوں کا لالچ ظاہر ہو جاتا تھا مگر آپ ان کے عیب ظاہر نہ کرتے۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے لالچ میں آکر اپنا قرضہ زیادہ جتایا یعنی قرض کو بڑھا چڑھا کر اصل سے زیادہ لیا وہ خود بھی تباہ ہو گئے اور اولاد نرینہ سے بھی محروم ہو گئے۔

نقد روپوں کے علاوہ بیش قیمت تحائف بھی آپ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ لوگوں میں بانٹ دیتے تھے۔

☆ جے پور کے ایک حکیم صاحب آپ کے لئے بیش قیمت معجون لائے اور عرض کی کہ یہ قیمتی جواہرات کا مرکب ہے۔ آپ کے قویٰ کے لئے بے حد فائدہ مند ہے۔ آپ نے انگلی سے چکھ کر تعریف فرمائی اور اتفاق سے ایک مہتر آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تیری کوئی اولاد نہیں ہے تو اسے کھایا کر اور معجون اسے دے دیا۔ پھر بڑھاپے کے باوجود اس شخص کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔

☆ ایک مرتبہ مولوی محب اللہ صاحب تشریف لائے اور عرض کی کہ نواب قلب علی خان آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور ان کے پاس بڑے بڑے علما و درویش جمع ہیں۔ بس آپ کی کمی ہے جب میں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر مولانا باباؒ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کی کیا قدر کرو گے؟ تو نواب صاحب نے کہا کہ ہم ان کو ایک لاکھ نذرانہ پیش کریں گے۔

یہ سن کر مولانا باباؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''ان کے ایک لاکھ روپے پر ڈالو خاک۔''

نوٹ: مولانا باباؒ اکثر بقالوں سے پیسے قرض لیا تو کرتے تھے مگر گھر کے ذاتی خرچے یعنی کھانے پینے کی ضروریات پر خرچ نہ کرتے بلکہ قرض لینے کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اگر کسی کا مشکوک روپیہ آپ کے پاس نذرانے کے طور پر آجائے تو وہ قرض ادا کرنے میں نکل جائے۔

جیسا کہ بقال ''مکلف باشرع'' نہ تھا۔ اس لئے ان کا قرض والا روپیہ حلال تھا لہٰذا آپ اناج وغیرہ بھی بازار سے نہ لیتے بلکہ بقال سے لیتے تھے جو ہر طرح سے حلال ہوتا اور خطرات کا احتمال جاتا رہتا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ قرض بالحاظ طریقت اس لئے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ بندۂ مقروض جو ادائیگی کی نیت مقدم رکھے تو خدائے قدوس اس کی معیت میں رہتا ہے۔'' پس مولانا باباؒ کی بھی یہی نیت تھی کہ معیت

الٰہی ہمیشہ ساتھ رہے اور سنت اسلاف بھی ادا ہو جائے اور روحانیت کے لحاظ سے قرض لینے والا نفس کا منکسر ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کے وصال کے واقعات:

وصال شریف سے چند روز قبل مولانا باباؒ آرام فرماتے ہوئے اٹھ بیٹھے اور فرمایا: یہ بہشت! یہ بہشت! یہ بہشت! اسی طرح قبل وصال چند بار فرمایا: رسول مقبولﷺ تشریف لائے ہیں۔

اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۱۳ ہجری فجر تک باوجود ضعف وعلالت مولانا باباؒ باجماعت نماز، دادا میاں کی اقتدا میں ادا فرماتے رہے اور اسی روز ظہر سے قبل فرمایا کہ ہم مر گئے، ہمارے جنازے کی نماز پڑھ لو، اگر کوئی نہیں پڑھ سکتا ہے تو ہم خود ہی پڑھ لیتے ہیں اور اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ کر نیت کی طرح آپ نے ہاتھ باندھ لئے۔

خادم نیاز احمد، حکیم عظمت حسین، حکیم عبدالغفار تو ہر وقت تیارداری اور خدمت کے لئے موجود رہتے تھے بلکہ اسی جائے قیام پر تینوں اشخاص کو جماعت بنا کر مولانا باباؒ نماز کا حکم دے چکے تھے۔ پھر ان لوگوں کی موجودگی میں مولانا باباؒ نے وصال تک تنہا باجماعت نماز ادا کی اور نہ باقی نماز ترک ہوئی نہ وقت سے مؤخر ہو سکی۔

آپ کے وصال سے دو دن قبل غلام قادر خان صاحب نے عرض کیا کہ دو اشخاص دست بیعت ہونا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا ''کہاں ہیں؟ مرید ہو لیں۔'' پھر خان صاحب نے مولانا باباؒ کا بایاں ہاتھ پکڑ کر ان لوگوں کے ہاتھ میں بیعت واسطے دیا لیکن حضرت نے اپنا ہاتھ فوراً کھینچ کر دایاں ہاتھ دراز کیا اور حسب دستور مرید کیا۔ سبحان اللہ! اس وقت بھی کوئی امر خلاف سنت سرزد نہ ہوا۔

بائیس ربیع الاول کو آپ نے صبح نماز بہ ہوش وحواس ادا فرمائی اور ظہر میں نماز جمعہ پڑھی۔ اس وقت حاضرین کا بڑا مجمع اکٹھا تھا۔ آپ مولانا باباؒ نے اپنی دونوں چشم مبارک کھول کر صاحبزادے احمد میاں کو بغور دیکھا اور ان کا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں تین منٹ تک

مضبوطی سے تھاما اور دوبارہ دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر تین بجے دن کو دست مبارک اٹھا کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگی اور فرمایا: ''اے اللہ! میرے جملہ مریدین ومتقدین، دوست واحباب، اعزاوا قارب کو دنیا میں خوش وخرم رکھنا اور کھانا کھلاتے رہیے گا اور سب کا خاتمہ بالخیر کیجئے گا۔ آمین، آمین، آمین!

مرض الموت میں مولانا باباؒ کو پاجامہ بدلنے کی ضرورت ہوئی تو حاضرین نے اتارنے میں داہنے پیر سے ابتداء کرنا چاہی تو آپؒ نے فوراً داہنا پیر کھینچ کر بایاں پیر دراز کر دیا۔ اسی طرح پہناتے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرنا چاہی تو آپؒ نے داہنا پیر پھیلاتے ہوئے فرمایا کہ تم کو اتنا بھی شعور نہیں۔ غور کیجئے کہ اس نازک وقت میں بھی پیر پھیلاتے اتباع سنت ملحوظ رکھے۔

سب لوگوں کو محسوس ہو گیا کہ آخری وقت ہے لہٰذا آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو چہل حدیث پڑھ کر سنائی گئی۔ پھر مسلم شریف کی کتاب الایمان کا باب پڑھ کر سنایا گیا۔ آپ کے تنفس سے صاف کلمہ کا ذکر معلوم ہو رہا تھا پھر بعد عصر قبل مغرب کے وقت آپ کی روح اپنے رب سے جا ملی۔

فتنۂ دفن وسجادگی:

اِدھر مولانا باباؒ نے پردہ فرمایا اور اُدھر شور ہوا کہ مولانا بابا یہاں دفن نہیں ہو سکتے بلکہ ملاواں اپنے باپ دادا کی جگہ پہ لے جا کر دفن کیا جائے۔ یہ فتنہ بھی اٹھایا جا رہا تھا کہ مولانا احمد میاں سجادہ نشین نہیں ہو سکتے بلکہ سجادگی کا حق دار وہی ہے جس کو مولانا باباؒ نے لکھ کر دیا ہو۔

دوسری طرف یہ دعویٰ بھی تھا کہ سجادہ نشینی اولادِ اکبر کا حق ہے۔ اُدھر دادا احمد میاں، حکیم عظمت حسین اور حکیم نیاز احمد فیض آبادی کے ساتھ مل کر مولانا بابا کو غسل دے رہے تھے۔ بعد غسل ایک لنگی، ایک قمیض اور ایک چادر میں جو حضرت خواجہ آفاق دہلوی کا خاص عطیہ تھا۔ ان تین کپڑوں میں آپ مولانا باباؒ کو کفنایا گیا۔ پھر دادا احمد میاں نے مولانا بابا کے سر مبارک پر حضرت مرشد دہلوی کا عمامہ مبارک باندھ کر اوپر سے چادر اڑھا دی اور دادا میاں مسجد میں تشریف لائے تو اس فتنہ کا علم ہوا۔ شدتِ ملال سے دادا احمد میاں کو جلال آ گیا تو فرمایا کہ ''ہم اس

ویرانے میں رہ لیں گے مگر اب یہاں نہیں رہیں گے۔'' اور اٹھ کھڑے ہوئے تو سارا مجمع غل مچانے لگا کہ آپ ہی ہمارے سجادہ نشین ہیں جہاں جائیں گے ہم کو بھی ساتھ لے جانا ہوگا۔

حکیم عظمت حسین صاحب نے کہا کہ ہم سب مریدین دیکھتے اور جانتے ہیں کہ مولانا باباؒ نے اپنی اول بی بی کی اولاد کو ملاواں میں اس لئے متمکن رکھا کہ گنج مرادآباد سے ان کا تعلق نہ رہے اور دوسری بیوی کی اولاد کو یہاں اپنے پاس رکھا لہٰذا جو لوگ نیابتی تحریر کے مدعی ہیں وہ ظاہر ہو کے مریدوں کے سامنے آئیں اور حق داری کی تحریر سب کے سامنے پیش کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ان کا شر و فساد واضح ہے۔

پھر مولانا سید ظہور الاسلام رحمانیؒ اور دیگر خلفاء نے دادا میاں قبلہ سے عرض کیا کہ فرضی حق دار کا خدا نے خود ہی بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا آپ دادا میاںؒ کی نیابت سے بھلا کون مرید بے خبر ہے؟ آپ کا کام ہماری دستگیری اور سجادگی ہے اور زبانی جمع خرچ کرنے والوں سے نبٹنا ہمارا کام ہے۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع دادا احمد میاں کی دست بوسی کے لئے ٹوٹ پڑا۔

ارواح عالیہ کی شرکتِ دفن:

جب مولانا باباؒ کا جنازہ مبارک مکان سے باہر لایا گیا تو غیر آشنا صورت حضرات عمامہ باندھے، لمبے کرتے پہنے ہوئے ایک دم سے نمودار ہوئے اور اپنے کاندھوں پر جنازہ مبارک اٹھا کر مسجد کی طرف چل دیئے۔

ان حضرات کے جنازہ کاندھے پر رکھتے ہی پہلی صورت یہ ہوئی کہ صرف دادا میاں کا ہی ہاتھ جنازے تک پہنچا اور کاندھا لگا۔ باقی لوگوں کا ہاتھ و کندھا جنازے تک نہیں پہنچ پایا۔

دوسری صورت یہ ہوئی کہ بعض جگہ پر ایک آدمی بھر جگہ خالی نظر آتی مگر جب کوئی شخص اس جگہ پر پہنچتا تو اس طرح ٹکر لگتی کہ جیسے کسی سے ٹکرا کر کوئی آگے نہیں بڑھ پاتا اور واپس آجاتا۔

یہ ماجرا دیکھ کر لوگ ایک دوسرے کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے مگر دادا احمد میاں کو مؤدب چلتے دیکھ کر ادب و احتیاط سے لوگ چلنے لگے۔

تیسری چیز یہ ہوئی کہ ان نورانی حضرات سے کچھ ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی کہ ہر انسان

خودرفتہ ،گم سم ہوکر چلتا چلا جا رہا تھا۔

چوتھی چیز یہ ہوئی کہ ڈھیلی پوشاک والے حضرات تقریباً سو،سوا سو کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی نہ آپس میں کوئی بات کر رہے تھے نا لوگوں کی ان لوگوں سے آنکھ ملائے بنتی تھی اور نہ ہمتِ کلام ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ مسجد کے دروازے پر نیم کے درخت کے سائے میں یہ حضرات جنازہ رکھ کر صف بندی کر لیتے ہیں۔

حضرت عبدالغفار رحمانی صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے شبہ ہوا کہ شاید چاند نکلا ہوا ہے۔جس کی روشنی نیم کے درخت پر جو کہ آپ کے گھر کے چھپر کے باہر تھا اس پر پڑ رہی ہے۔ پھر یہ خیال ہوا کہ نزول رحمت کی تجلیات ہیں۔

دادا میاںؒ کے نماز جنازہ پڑھاتے ہی یہ حضرات پھر جنازہ اٹھا کر تربت پہ لے گئے اور وہاں ایک محترم بزرگ نے سب سے پہلے نعش مبارک تربت میں اتارنے کے لئے آگے بڑھے تو فوراً ہی دادا میاں اپنا ہاتھ مبارک لگا لیتے ہیں پھر اتنی جلدی یہ حضرات جنازے کو قبر مقدس میں اتار کر تین بار مٹی ڈال کر ایسے غائب ہوئے کہ جیسے کوئی تھا ہی نہیں۔

پھر دادا احمد میاں صاحب آواز لگاتے ہیں کہ نیاز احمد تم اُدھر سے مٹی ڈالو اور ظہور اسلام تم اِدھر سے مٹی ڈالو۔تب آپ کی آواز سن کر سب کی حیرانگی کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ آپ مولانا باباؒ کے جنازے سے جس جس کا جسم چھو گیا تھا تو ان کے کپڑوں سے بھی خوشبو آنے لگی۔مولانا بابا علیہ الرحمہ کے روز وصال سے پہلے عرس شریف کے وقت تک جو بھی بلند آواز سے مرقد مبارک پر روتا اس کو فوراً غشی آ جاتی اور بلند آواز سے رو نہ پاتا۔اللہ تعالیٰ نے مولانا باباؒ کی اتباعِ سنت کا بھرم اس حد تک سب کو دکھایا۔

☆ حضرت حاجی سید قاسم حسین ہاشمی مصطفائی بریلویؒ اپنی کتاب ''بیعت کی حقیقت'' میں فرماتے ہیں کہ:

> ''اہل باطن پر روشن ہے کہ آپ حضرت فضل رحمٰن محمدیؒ کے تدفین بعد مزار مبارک پر حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہوئے اور مندرجہ ذیل چار باتیں

حضرت فضل رحمٰنؒ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ: ''یہ فرمان حضور مولائے کائنات حضرت علیؓ اور حضور غوث پاکؓ اور خواجہ غریب نوازؒ کی مہر اور دستخط سے مزین ہے۔

(۱) ارشاد ہوا کہ ہماری مسجد (مسجد فضل رحمانی) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ واکابرین اولیاء نے اکثر نماز ادا فرمائی ہے لہٰذا جو اس میں داخل ہوگا اس کا خاتمہ ایمان کے ذمہ دار ہم ہیں اور اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔

(۲) جو ہمارے سلسلے میں قیامت تک داخل ہوتا اور مضبوطی سے دامن شیخ تھامے رہے گا اس کا خاتمہ ضرور بالخیر ہوگا۔

(۳) ہم سے محبت رکھنے والوں کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔

(۴) جو شخص ہم سے کامل محبت رکھے گا اس کی کوئی دینی و دنیاوی حاجت بند نہ رہے گی۔

آپ حضرت مولانا باباؒ کو 'کلید معرفت' عطا ہوئی جو اب تک موجود ہے اور اس کی یہ شان ہے کہ جو مرید سلسلۂ اہل معرفت نہ ہوتا ہو تو اس کے سینے سے کلید شریف مسّ کر دی جائے تو باران فیض و معرفت سے مالا مال ہو جائے گا اور قفل بابِ دل کا کھل جائے گا۔

ظہور دستگیری بعد وصال

(1) بلگرام شریف میں مولانا باباؒ کا حاضر ہونا:

ایک مرتبہ حضرت ستھرے میاں بلگرامی اپنی قیام گاہ میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ایک بزرگ سفید لباس میں ملبوس نمودار ہوئے اور ستھرے میاں سے میر عبدالواحد بلگرامیؒ کے مزار کے بارے میں دریافت کیا تو ستھرے میاں نے آرام فرماتے ہوئے (یعنی لیٹے لیٹے) اشارہ فرمایا کہ وہ مزار جو یہاں سے نظر آ رہا ہے وہی میر عبدالواحد بلگرامیؒ کا مزار ہے۔

آنے والے سفید لباس میں ملبوس بزرگ نے کہا کہ میں اتنی دور سے چل کر آ رہا ہوں اور تم یہاں سے تھوڑی دور اٹھ کر چل نہیں سکتے۔ تو پھر ستھرے میاں ان بزرگ کے ساتھ میر صاحب کے مزار پر تشریف لے گئے۔

مزار پر ابھی پہنچے ہی تھے کہ دونوں حضرات یک بیک غائب ہو گئے کچھ وقت گزرنے کے بعد صرف ستھرے میاں ہی واپس قیام گاہ پر تشریف لائے تو ان کے خادموں نے پوچھا کہ جاتے وقت تو آپ دو حضرات تھے لیکن آتے وقت آپ اکیلے ہی تشریف لائے ہیں تو اس بات پر حضرت ستھرے میاں نے فرمایا کہ ہم دونوں میر صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ میر صاحب اپنے مزار میں موجود نہیں ہیں وہ کسی دوسرے مقام پر گئے ہوئے تھے لہٰذا ہم دونوں بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ان کے خادموں نے پوچھا کہ وہ آنے والے سفید لباس میں ملبوس بزرگ کون تھے؟ تو ستھرے میاں نے یہ راز کھولا کہ وہ تو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی تھے جن کے وصال کو ایک عرصہ گذر چکا ہے۔

سبحان اللہ! کیا مقام ہے اللہ والوں کا۔

(2) عزیز الٰہی صاحب نے بیان کیا کہ ۱۹۷۴ء میں ایسی علالت ہوئی کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ مولانا باباؒ کے مزار پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ''اگر وقت آ گیا ہے تو بخیر انجام سے بلالیں اور اگر ابھی خدمت لینی ہے تو میری بلا دور ہو۔''

عزیز الٰہی صاحب نے دیکھا کہ مزار شریف سے حضرت فضل رحمٰنؒ باہر آئے اور ان کی پیشانی چوم کر دعا دی تو اس فیض سے عزیز الٰہی صاحب کو آپ مولانا باباؒ سے ایسا عشق ہوا کہ ہر وقت لب پہ مولانا باباؒ کا نام رہا کرتا تھا۔

خود مولانا باباؒ بھی عزیز الٰہی صاحب کو اتنا عزیز رکھتے تھے کہ اِدھر عزیز صاحب نے مولانا باباؒ کو مخاطب کیا اور اُدھر ان کا کام ہو گیا۔ راتوں کو مولانا باباؒ خود مل جایا کرتے تھے اور یہ سب اس بات کا انعام تھا کہ کوئی بھی کام مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کو یاد کئے بغیر عزیز الٰہی صاحب نہیں کیا کرتے تھے۔

(3) ایک وقت تھا کہ جب حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو گنج مرادآباد کے دشمنان نے پوری کوشش اور شدت کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ ان کو گنج مرادآباد میں نہیں رہنے دیں گے اور کسی بھی طرح سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیں گے مگر آپ پر ایسا فیض مصطفائی رہا کہ تمام دشمنان اور عُدو خود ہی مغلوب ہو کر آپ کے مطیع ہو گئے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کے فرزند حضرت دادا میاںؒ کو جھوٹے الزامات و مقدمات میں پھنسا کر ان کو پریشان کرنے کی پوری کوشش کی گئی مگر ان کے ساتھ بھی ایسا فیض مصطفائی ہوا کہ اس آگ کو ہوا دینے والے پتے ہی نہ رہ پائے۔

پھر یوں ہوا کہ بڑے بابا (حضرت رحمت اللہ میاں) اور چھوٹے بابا (حضرت نعمت اللہ میاں) پر جھوٹی عداوتیں و بناوٹی الزامات درج کر کے ان دونوں کو بھی پریشان کیا گیا اور ہر طرح سے اذیت پہنچانے کی کوشش کی گئی مگر ان پر بھی اللہ پاک کا کرم اور دربار رسالت کا فیض رہا۔

☆ ایک دفعہ لکرا کے راجہ عبدالرحمٰن رحمانی، راجہ صاحب محمود آباد اور محمد احمد خان صاحب تینوں فائز خدمت ہوئے اور بیان کرنے لگے کہ ایک بہت ہی تیز نور ہم نے پھیلا ہوا دیکھا تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ تو مولانا فضل رحمٰنؒ کا نور ہے اور وہ آ رہے ہیں۔ اتنے میں آپ تشریف لے آئے اور آپ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ:

"آج میں بہت ہی اُجلت میں ہوں۔ لوگوں کا میری اولادوں کو ستانا حد سے باہر ہو رہا ہے۔ اب میں حضور اکرمؐ سے ان سب کی شکایت کرنے جا رہا ہوں۔"

اس کے بعد تو پھر ایسا فضل رحمانی ہوا کہ تمام عُدو و دشمنان اور حاسدین مغلوب ہو کر مطیع و فرماں بردار ہو گئے۔

(4) بعد وصال اویسی نسبت:

شہنشاہِ ہفت اقلیم، حاجی سیّد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی فضل رحمانی بریلویؒ جو کہ بریلی شریف کے مقبول و معروف بزرگ ہیں اور حضرت خاصت اللہؒ کی اولادوں میں سے ہیں جو کہ عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں آ کر سلسلۂ عباسیہ جاری کیا۔

آپ حاجی قاسم حسین صاحب کی ولادت اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۰۵ ہجری (۱۸۸۷ء) پیر کے دن ہوئی۔ آپ نسبی طور پر ہاشمی عباسی سادات ہیں۔ آپ کا خاندان ہمیشہ سے علم دوست

رہا ہے۔ آپ کے خاندان میں علماء، فقہا، حکما وحفاظ پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا مولانا شہاب الدین ہاشمی صاحب تھے جن کے شاگرد جنات بھی تھے اور آپ کے پردادا کی ''سکندر نامہ'' کی شرح ایک خاص تصنیف ہے۔

حاجی قاسم صاحب کو بچپن ہی سے کھیل کود میں دلچسپی نہ تھی۔ سمجھ دار ہونے پر اپنے دادا کا نعتیہ کلام پڑھتے اور اپنے ہم عمر لڑکوں کو گھر بلا کر ان کے ساتھ بھی نعتیہ کلام پڑھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے گھر جو بھی لڑکے نعت شریف پڑھنے آتے تو آپ ان کی ہر طرح سے خدمت گزاری کرتے تا کہ وہ روزانہ محفل میلاد میں آتے رہیں اور نعت خوانی بھی کرتے رہیں۔

آپ بچپن ہی سے نماز وروزے کے پابند تھے اور یادالٰہی وذکر رسول میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کا نعتیہ کلام اس قدر معرفانہ ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے سے قارئین کرام خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حاجی صاحب کا انداز بیاں دیگر نعتوں سے کس قدر مختلف ہے۔

۱۹۱۹ء میں جب حاجی قاسم حسین صاحبؒ نے حج اکبر کی سعادت حاصل کی اور پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو روضۂ رسول کی جالی مبارک پہ حاضر ہوتے ہی حضور اکرمؐ نے بہ نفسِ نفیس حجرۂ مبارک سے باہر آ کر آپ کے سر مبارک پر عمامہ شریف باندھا اور فرمایا:

> ''میرے پیارے، دلارے، صابر وشاکر، اعلیٰ محبوب، حاجی قاسم! ہم تم کو طریقت کی خاص مصطفائی خلافت عطا فرماتے ہیں اور تمہارے پیر حضرت شاہ فضل رحمٰن محبوب الٰہی ہیں۔ تم اسی سلسلے میں جا کر بیعت کرو اور جس کو چاہو خلافت دو۔''

اس وقت حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے ۲۳ سال بیت چکے تھے یعنی ظاہری طور پر حیات نہیں تھے لہٰذا حضرت شاہ فضل رحمٰن قبلہ نے عالم روحانیت میں حاجی قاسم حسین صاحب کو اپنی ''اویسی نسبت'' ظاہر کرتے ہوئے حضور اکرمؐ اور تمام اکابرین اولیائے کرام کی مجلس میں مرید کر کے خلافت سے نوازا اور پھر ظاہری سند کے لئے گنج مرادآباد

شریف جانے کے لئے کہا۔ حاجی صاحب کی مذکورہ بالا خلافت کی تصدیق باکثرت اولیاء اللہ نے فرمائی۔

پھر جب حاجی قاسم صاحب گنج مرادآباد تشریف لائے تو اس وقت حضرت فضل رحمٰنؒ کے بڑے پوتے، ابدال دوراں حضرت شاہ محمد رحمت اللہ میاں علیہ الرحمہ کا دور تھا۔ آپ اس وقت گنج مرادآباد شریف میں صاحب سجادہ نشین تھے۔ یہ وہی رحمت اللہ میاں جلالی بزرگ ہیں جن کے بارے میں حضرت فضل رحمٰنؒ نے بشارت دی تھی کہ:

''میرا پوتا میرے نقش قدم پر ہُو بہُو ہوگا۔''

حاجی قاسم صاحب نے جب گنج مرادآباد میں پہنچ کر حضرت رحمت اللہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضری دی تو آپ رحمت اللہ میاں صاحب نے فرمان مصطفائی کی تصدیق کرتے ہوئے ظاہری سند کے ساتھ خلافت نامہ عطا کر دیا۔

فیضانِ قبر انور:

(۱) حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے فرمایا:

''میری قبر سے فیض جاری ہوگا اور جو کوئی بھی ہماری طرف متوجہ ہوگا اس کو ہم سے برابر فیض پہنچے گا۔''

(۲) ۱۹۳۶ء میں مسجد فضل رحمانی میں عرس شریف کے موقع پر عبدالحکیم عرف بھورا خان پر فالج گر گیا اور صاحب سجادہ حضرت احمد میاں کو اطلاع کی گئی تو آپ نے فرمایا:

''جس کے پاس آئے ہیں وہاں لے چلو۔''

چنانچہ خان صاحب کو مزار شریف میں لے جا کر ڈال دیا گیا۔ ۱۵ سے ۱۶ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ بھورا خان صاحب صحیح وسالم اٹھ کر چلے آئے اور پھر کئی سال تک حیات رہے۔

(۳) قاضی یوسف حسن بدایونی صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر آستانہ پر حاضر ہوئے۔ ان کی اہلیہ کے سینے میں ایک گلٹی ہوگئی تھی جو کسی بھی دوا و علاج سے ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ قاضی صاحب نے اپنی اہلیہ کو مزار شریف میں لے جا کر بند کر دیا اور خود باہر آ گئے اور باآواز بلند کہا کہ:

''اب اسے اسی وقت لے کر جاؤں گا جب یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔''

تھوڑی دیر بعد قاضی صاحب نے اپنی اہلیہ کے دروازہ کھٹ کھٹانے پر کھولا تو پتہ چلا کہ گلٹی بالکل غائب تھی۔

(۴) راجہ کشن پرساد حیدرآبادی کسی الزام میں پھنس گئے اور حاضری کی نیت سے گنج مراد آباد کی طرف روانہ ہوئے ابھی ریلوے اسٹیشن پہ ہی قیام تھا کہ فوراً ان کو والئ حیدر آباد کا حکم ملا کہ: ''آپ کو اپنی جگہ (پوسٹ) پر واپس بحال کیا جاتا ہے۔'' یہ سن کر وہ وہیں سے لوٹ گئے۔

(۵) عبدالکریم اعظم گڑھی صاحب جب بڑے بابا (مولانا رحمت اللہ میاں) کے پاس آستانۂ رحمانیہ میں حاضر ہوئے اور اپنا کُرتا اٹھا کر بڑے بابا کو دکھایا کہ تمام بدن پر برص (سفید داغ) ہو گیا ہے تو بڑے بابا صاحب نے فرمایا:

''میرے پاس کیا دھرا ہے؟ شمس الدین! ان کو تنہا مزار (روضۂ فضل رحمٰن) میں لے جا کر بند کر دو۔''

آدھے گھنٹے کے بعد عبدالکریم صاحب نے دروازہ کھلوایا اور باہر آکر سب کو اپنا بدن دکھایا تو جلد پر سب داغ صاف ہو کر پورا جسم داغوں سے پاک ہو گیا تھا۔

(۶) قبر مبارک سے ادائیگیٔ قرض:

آخری وقت میں آپ مولانا باباؒ پر نو سو روپے کا قرضہ تھا اور بقال پریشان تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا تو اس کے بعد قرض کی ادائیگی کیسے ہو سکے گی؟ مولانا باباؒ کو کشف ہو گیا اور آپ نے جلال میں فرمایا کہ:

''اگر ہم نہ ہوں گے تو ہماری قبر قرض ادا کرے گی۔''

چنانچہ یہی ہوا راجہ ممتاز علی صاحب تعلق دار اترولہ ریاست ضلع گونڈہ معہ راجہ جنگ بہادر خان نانپاروی وٹھاکر عبدالغفار خان رئیس نانپارہ بعد وصال شریف آستانہ آئے اور نو ہزار روپیہ قبر شریف پر رکھ دیا کہ جس جس کا ہو مرقد مطہر سے اٹھا لے۔

اب آگے دیکھیں کہ قرض داروں کا قرض تو آپ کی قبرانور سے ہی ادا ہو گیا لیکن قائدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ اپنے اوپر کسی کا احسان نہیں رکھتے۔ راجہ ممتاز علی صاحب نے بتایا کہ جنہوں نے نوسو روپے قبر پر رکھے تھے تو ان کو بھی حضرت قبلہ مولانا بابا نے یہ اجر دیا کہ جب وہ لندن پہنچے تو ایک رئیس نے ان کو چار لاکھ روپے دے دیئے۔ سبحان اللہ!

تصویر کا دوسرا رخ بھی یہاں پر قابل ذکر ہے کہ جن لوگوں نے لالچ میں آ کر اپنا قرضہ زیادہ جتایا اور اصل قرض سے بڑھا چڑھا کر بتایا۔ آج گنج مرادآباد میں آ کر دیکھئے کہ کیسے خود بھی صاف ہو گئے اور اولاد نرینہ سے بھی محروم رہ گئے۔

الغرض آپ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ گو پردہ نشین ہو گئے ہیں مگر اپنے محرم راز داروں سے آج بھی ملاقات کرتے ہیں۔

عرس شریف:

آپ حضرت فضل رحمٰن محمدی گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک ہند کے صوبے اُتر پردیش کے ضلع اُناو میں گنج مرادآباد نام کے قصبہ میں ہے۔

ہر سال ۲۱۔ ۲۲ ربیع الاول کو آپ کا عرس مبارک بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے جس میں ہر سلسلے و مذاہب و فرقہ کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔

☆☆☆

مرقد انور حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ

آٹھواں باب

مشربِ سلسلہ

آپ فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو چاروں سلسلوں کی خلافت کے ساتھ سلسلۂ مداریہ کی بھی خلافت اپنے شیخ سے حاصل تھی۔اس کے علاوہ سلسلہ اربع سے آپؒ کونسبی وروحانی نسبت بھی حاصل تھی۔

حضرت فضل رحمٰن صاحب کے شاگرد ومرید

۱۔ حضرت مولانا شاہ احمد میاں گنج مرادآبادیؒ	(جانشین وفرزند)
۲۔ قطب اودھ حضرت شاہ نیاز احمد فیض آبادیؒ	(مرید)
۳۔ حاجی سید قاسم حسین مصطفائی فضل رحمانی بریلویؒ	(اویسی بیعت)
۴۔ حضرت سید محمد علی منگوریؒ	(مرید)
۵۔ شمس العلماء حضرت ابوسعید مکیؒ	(مرید)
۶۔ پیر سید دیدار علی شاہ الواریؒ	(مرید)
۷۔ حضرت سید معروف مدنیؒ	(مرید)
۸۔ حضرت مفتی رضا علی خان بریلویؒ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دادا)	(مرید)
۹۔ حضرت اعجاز حسین بدایونیؒ	(مرید)
۱۰۔ حضرت میر عبدالذاہد بلگرامیؒ	(شاگرد)
۱۱۔ پیر سید جماعت علی شاہ محدث نقش بندی علی پوریؒ	(شاگرد)
۱۲۔ مولانا وصی احمد سورتیؒ	(مرید)
۱۳۔ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ (استاد پیر مہر علی شاہ گولڑوی)	(شاگرد)
۱۴۔ حضرت شاہ سلیمان پھلواری چشتی فریدیؒ	(مرید)
۱۵۔ استاد ہند حضرت مولانا احمد حسن کانپوری چشتی صابریؒ	(شاگرد ومرید)

۱۶۔اودھ کے مشہور شاعر حضرت صوفی قاضی میر خادم حسن امیٹھویؒ (ملا جیون امیٹھوی و ملا غلام امام شہید امیٹھوی کے سجادہ نشین تھے) (مرید)

۱۷۔ حضرت حبیب الرحمٰن شیروانی صدر یار جنگؒ (مرید)

۱۸۔ حضرت مولانا نور محمد پنجابیؒ (مرید)

۱۹۔ حضرت محمد باقی فرنگی محلیؒ (ڈاکٹر طاہر القادری کے والد کے استاد) (شاگرد)

۲۰۔ حضرت مولانا عبدالسلام ہانسویؒ (مرید)

۲۱۔ حضرت مولانا ظہورالاسلام فتح پوریؒ (مرید)

۲۲۔ حضرت عبدالحئ فرنگی محلی لکھنویؒ (شاگرد)

۲۳۔ حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ (بخاری شریف کی شرح کے مشہور مصنف) (شاگرد)

۲۴۔ حضرت مولانا عبدالکریم گنج مرادآبادیؒ (مرید)

۲۵۔ نواب صدیق حسن بھوپالی (آخری وقت میں باطل فرقہ اہل حدیث سے توبہ کر کے مرید ہو گئے اور سنیت میں داخل ہو گئے) (مرید)

۲۶۔ حضرت علامہ سید ابوالبرکاتؒ (مرید)

۲۷۔ حضرت حاجی حافظ عبدالحلیم سرہندیؒ (جن کے نام سے کانپور میں حلیم مسلم یونیورسٹی بنائی گئی) (مرید)

۲۸۔ شیخ العلماء چین حضرت عبدالحکیم نورالحق بن سید لقمان چینی فضل رحمانیؒ (چین کے شیخ المشائخ بزرگ) (مرید)

۲۹۔ حضرت عزیز الٰہی بخش فرخ آبادیؒ (مرید)

۳۰۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے پیر اول حضرت مولانا نصیرالدین مجددی دہلویؒ (پیر بھائی و طالب بیعت)

۳۱۔ حضرت مفتی شاہ غلام حسین نقش بندی کانپوریؒ (جن کا مزار کمال شاہ حاتہ، کانپور میں ہے) (شاگرد)

۳۲۔ حضرت غلام نصیرالدین عرف کالے میاں صاحب چشتیؒ (حضرت شاہ نیاز بے نیاز کے پیر

خواجہ فخر الدین جہاں دہلوی صاحب کے پوتے) (مرید)

۳۳۔ حضرت مولانا سید تجمل حسین بھروچیؒ (ساؤتھ افریقہ) (مرید و شاگرد)

۳۴۔ حضرت شیخ عبدالحق حقانی دہلویؒ (مصنف تفسیر حقانی) (مرید)

☆☆☆☆☆

نواں باب

ملفوظات

۱۔ ''مراقبہ کا مطلب تاک جھانک ہے کیونکہ مراقب شخص ہر وقت اس خیال میں ہوتا ہے کہ کسی طرح محبوب کو دیکھ لوں۔''

۲۔ ''ایمان سلامت لے جانا ضروری ہے، اگر معصیت (گناہ وقصور) کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو گیا تو ممکن ہے کہ کسی دعا کی وجہ سے عذاب سے نجات مل جائے، مگر ایمان نہیں لے گیا تو نہ کسی کی دعا اثر کرے نہ ایصال ثواب سے نجات ملے۔''

۳۔ ''نسبت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک کسبی اور دوسری وہبی، میری نسبت وہبی ہے۔''

۴۔ ''جب ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی قدرت نے ہمیں چوم لیا ہے۔''

۵۔ ''بہشت میں جب حوریں ہمارے پاس آئیں گی تو ہم ان سے کہیں گے، ارے او بی بی! قرآن سنانا ہے تو سناؤ ورنہ اپنا راستہ لو! جو لذت کلام الٰہی میں ہے وہ کسی اور میں نہیں۔''

۶۔ ''ہم وہی بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے فرماتے ہیں۔''

۷۔ ''حدیث پڑھانے کا تو تب ہی لطف ہے کہ جب حدیث پڑھاتے ہوں اور جہاں غلطی ہوتی ہو وہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہوں۔''

۸۔ ''ہم تو اپنی قبر میں بھی قرآن ونماز پڑھیں گے۔''

۹۔ آپ فضل رحمٰن صاحبؒ قرآن پاک پڑھاتے تھے تو آپ پر کیفیت وارد ہونا شروع ہوگئی تو پھر آپ نے قاضی ابرار حسین صاحب سے فرمایا کہ:

''جو لذت ہم کو قرآن پاک پڑھنے سے آتی ہے اگر اس لذت کا ایک ایک ذرہ بھی تم کو آجائے تو تم ہماری طرح نہ بیٹھ سکو گے بلکہ اپنے کپڑے پھاڑ

کر جنگل میں نکل جاؤ گے۔''

پھر آپ مولانا باباؒ نے ایک آہ بھری! اور اپنے حجرے میں چلے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔

۱۰۔ حالت مرض الموت میں جب آپ فضل رحمٰنؒ کے مرید پریشان ہوئے کہ آپ کے وصال کے بعد ان کا کیا ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

''گھٹنے بھر زمین کے نیچے جانے سے کسی کو بھول تھوڑے ہی جائیں گے۔''

۱۱۔ ''ہم سے محبت رکھنے والوں کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔''

۱۲۔ ''جو شخص ہم سے کامل محبت رکھے گا، اس کی کوئی دینی و دنیاوی حاجات باقی نہ رہے گی۔''

۱۳۔ ''ہماری مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت صحابہ کرامؓ اور اولیائے اکابرین اکثر تشریف لاتے ہیں جو بھی اس میں داخل ہوگا اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔''

۱۴۔ ایک دفعہ آپ مولانا باباؒ کے ایک مرید نے کہا کہ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو یہاں رہ کر آپ کی زیارت کرتے ہیں۔ ہم تو بہت دور ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ:

''ہم تم کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ تم ہمارے سامنے بیٹھے ہو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' پھر فرمایا:

''دُوراں باخبر نزدیک و نزدیکاں بے خبر دور۔''

۱۵۔ ایک بزرگ علم کیمیا کے شوقین تھے جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ مولانا باباؒ نے ان سے فرمایا کہ:

''علم کیمیا وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام اور سیدہ فاطمہ زہراؓ پر جان قربان کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔''

۱۶۔ آپ حضرت فضل رحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ:

''ہم تو کچھ بھی نہیں کرتے، بس نماز پڑھ لیتے ہیں۔ نماز میں بلا قصد و ارادہ یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک ہم کو دیکھ رہا ہے اور اٹھا بٹھا رہا ہے۔"

۱۷۔ "جس کو جس نبی سے نسبت ہوتی ہے، اس سے ویسی ہی کرامات صادر ہوتی ہیں۔"

۱۸۔ آپ حضرت مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ:

"ہم کو (ظاہری طور پر) بیت اللہ شریف کی زیارت تو ہوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف کو مسلّم سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے کہ لو! زیارت کرلو۔"

۱۹۔ آپ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ نے موجودہ زمانے کے علماء کے (صرف ظاہری علم و منطق و مناظرے میں) وقت ضائع کرنے کے بارے میں فرمایا کہ:

"اللہ کی رحمت وسیع ہے، بخش دے گا مگر وہ زندگی کس کام کی جب کوئی بات پیدا ہی نہیں ہوئی یعنی اللہ پاک سے رابطہ پیدا ہی نہیں کیا۔"

پھر حضرت مولانا باباؒ نے بڑی خوشی سے فرمایا کہ:

"اگر ذرہ بھر بھی دل میں محبت الٰہی ہو تو اس کے مقابلے میں بادشاہی ہیچ (بیکار وفضول) ہے۔"

۲۰۔ ایک شخص نے مولانا باباؒ سے شکایت کی کہ کثرت درود کے باوجود حضور پاکؐ کی زیارت سے محروم ہوں تو آپ نے فرمایا کہ:

"ہم تو ایک مرتبہ ہی درود پاک پڑھتے ہیں اور آپؐ کی زیارت ہو جاتی ہے۔"

پھر آپ مولانا باباؒ نے اپنے خادم امام علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ باؤلا دیوانہ بھی حضوری میں حاضر ہوتا ہے۔

جب خادم سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ:

"ہاں اکثر زیارت ہوتی ہے۔ پرسوں ہی حضور پاک تشریف لائے تھے اور صبح کو اٹھ کر اذان دینے کا حکم دیا تھا۔"

☆☆☆

دسواں باب

حضرت خواجہ آفاق دہلویؒ

آپ سلسلۂ نقش بندیہ، مجددیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ آپ خواجہ الف ثانی شیخ احمد سرہندی ربانیؒ کی چھٹی پشت میں آتے ہیں۔ آپ ۱۱۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

بیعت وخلافت:

آپ خواجہ آفاق دہلویؒ حضرت ضیاء اللہ شاہ کشمیری، سرہندی، نقشبندی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کو طریقہ نفی اثبات خواجہ خضر علیہ السلام سے پہنچا تھا۔ آپ کے پیر صاحب کے وصال کے بعد آپ خواجہ آفاق صاحب، خواجہ میر درد دہلویؒ کی خدمت میں رہے اور منصب قطبیت کی بشارت پائی۔

آپ کی بزرگی کا اندازہ یہیں سے لگ جاتا ہے کہ خواجہ غلام علی دہلویؒ اپنے مریدین کو تعلیم و تربیت دینے کے بعد ان کی تربیت اور باطنی ترقی کے لئے آپ خواجہ آفاق دہلویؒ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ لہٰذا سالکوں کی تعلیم تبھی مکمل مانی جاتی تھی جب تک آپ کی طرف سے تربیت مکمل نہ کردی جاتی۔ یہاں تک کہ کابل تک کے لوگوں کی تعلیم و تربیت آپ کے زیر نظر تھی۔ افغانستان کا بادشاہ شاہ زماں بھی آپ کا مرید تھا جس کا مزار حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار کے سامنے ایک بڑے گنبد کے نیچے ہے۔

اذکار و اشغال:

آپ خواجہ آفاق دہلوی صاحبؒ ایک دم میں بارہ ہزار تک کے نفی اثبات کا ذکر کرتے تھے۔ روزانہ دس ہزار بار درود شریف، پچاس ہزار دفعہ کلمہ طیبہ، پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح، نماز تہجد میں دس پارے قرآن اور بعد نماز ظہر دعائے حزب البحر کا ورد آپ کے معمول میں شامل تھا۔

تصورِ شیخ اور ذکر اسمِ ذات کے ساتوں لطائف (لطیفہ خمسہ، قلب و روح معہ سلطان الاذکار) ہوتا تھا۔ ذکر شش جہت (لطیفۂ عالم) کے بعد نفی اثبات اور حبسِ دم طاق عدد یعنی ایک دم میں اکیس بار تک پہنچاتے تھے۔ اشراق کی نماز کے بعد آپ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

مجاہدات و معاملات:

ایک دفعہ آپ کو اور آپ کے اہل خانقاہ کو کئی روز کا مسلسل فاقہ ہوا تو جب آپ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ضرورت کا کچھ سامان لے کر اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خواجہ آفاق صاحبؒ بڑے خوش ہوئے۔

مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد کو مونگ کی کھچڑی بے حد پسند تھی۔ ایک دفعہ کسی خلیفہ نے کہا کہ ہم کو تو کھچڑی پسند ہی نہیں! یہ بات خواجہ آفاق صاحبؒ کو بہت بری لگی اور اسی وقت اس کی نسبت (ولایت) سلب ہوگئی۔

حالت جذب و جلال:

جب آپ سے کوئی عمل موافق سنت ادا ہو جاتا تو عرش سے ایسا فیض آتا تھا کہ آپ تر بتر ہو جاتے تھے۔ اکثر آپ جذب و جلال اور استغراق کی حالت میں رہتے تھے۔ نماز کے دوران خلیفاؤں کے علاوہ کوئی بھی خواجہ آفاقؒ کے پیچھے پشت مبارک کے مقابل ہرگز کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

(1) ایک روز آپ کے مرید موسیٰ کا کا ولایتی آپ کے خلیفہ علاؤالدین احمد کو ہٹا کر خود آپ کے پیچھے نماز ادا کرنے لگے تو ان کا یہ حال ہوا کہ پہلی ہی رکعت میں اپنے ہوش و حواس سے بیگانے ہو گئے اور نماز توڑ کر اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر اچھلنے کودنے لگے اور پھر جنگل کی طرف نکل گئے۔ کبھی کبھی آپ کی بارگاہ میں اسی حالت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے دونوں گالوں پر آنسوؤں کی کثرت روانی سے زخم پڑ گئے تھے۔ وہ ایک ایک، دو دو من پلاؤ اور دودھ پانی ایک دم میں کھا پی لیا کرتے تھے۔

(2) ایک دفعہ خواجہ آفاق صاحبؒ توجہ دے رہے تھے کہ ایک طوائف آپ کے دروازے کے سامنے سے گزری تو اس پر آپ کی توجہ کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنا سارا زیورا تار کر ہمراہیوں کے حوالے کیا اور آپ کی مرید ہو کر مجذوبہ بن گئی اور بغل میں بوریہ، ہاتھ میں تسبیح لئے پورے دہلی میں پھرا کرتی تھی۔

(3) ایک دفعہ ماہ ربیع الاول میں خواجہ صاحبؒ قدم رسول کی زیارت کے لئے گئے لیکن لوگوں نے ہجوم اور بوجۂ کشمکش آپ کو روک دیا تو حالت جلال میں آپ کے منہ سے نکلا: ''غضب خدا کا!'' اتنا کہنا تھا کہ تین سو آدمی اسی جگہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

کرامات:

(۱) حضرت فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ''دہلی میں میرے پاس پانچ روپے تھے اور میں اپنی والدہ صاحبہ کے پاس یہ پیسے بھیجنا چاہتا تھا تو مرشد نے مجھ سے روپے لے کر فرمایا کہ ''بھیج دیئے جائیں گے۔'' کچھ دن بعد مجھ سے فرمایا کہ ''تمہارے پیسے پہنچ گئے ہیں۔''

حضرت فضل رحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا پھر جب گھر گنج مرادآباد آیا تو والدہ صاحبہ نے بتایا کہ اسی شب مرشد علیہ الرحمہ نے پردے سے دروازے پر پکار کر روپے دے دیئے تھے اور خیریت بھی کہہ دی تھی۔

(۲) جنات کو کابل پھینکنا:

ایک دفعہ ایک آسیب زدہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فوراً اچھا ہو گیا۔ اتفاق سے اس کو کابل جانے کا سفر پیش آیا۔ جب وہ شخص کابل کی سرحد میں داخل ہوا تو ایک ہیبت ناک شخص سامنے آیا اور بولا کہ تم مجھ کو پہنچاتے ہو؟ وہ آدمی بولا کہ 'نہیں!' تو اس ہیبت ناک شخص نے کہا کہ میں وہی جن ہوں کہ جب تم کو خواجہ آفاقؒ کے سامنے لایا گیا تو حضرت نے مجھ کو وہاں سے اٹھا کر یہاں پھینک دیا اور اب مجھ کو ہندوستان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

(۳) کشف القبور:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے تیسرے فرزند حضرت عبدالقادر دہلویؒ جو خواجہ آفاق دہلویؒ کے خلیفہ تھے جب ان کا وصال ہوا تو خواجہ صاحب ان کے مزار پر تشریف لے گئے پھر لوگوں نے سنا کہ خواجہ آفاق صاحب ان سے کلام کرتے تھے اور عبدالقادر صاحب قبر میں سے جواب دیتے تھے۔

آپ اکثر دوسری قبروں کی زیارت کے لئے بھی جاتے تھے تو جلدی جلدی ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ قبر کی ارواح منتظر رہتی ہیں۔

(۴) ایک عورت نے آپ کی بارگاہ میں اولاد کی درخواست کی تو آپ نے اپنا پان اُگل کر دے دیا کہ کھالو! مگر وہ عورت پان کا اُگال بوریہ کے نیچے رکھ کر چلی گئی اور چار پانچ ماہ بعد دوبارہ حاضر ہوئی تو پھر اولاد کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ ”بوریہ اٹھا کے دیکھ! جب اس عورت نے بوریہ اٹھا کے دیکھا تو وہی اُگلا ہوا پان بچہ بن کر رہ گیا تھا۔

(۵) سفر کے دوران آپ کابل کے ایک علاقے سے گزرے جہاں دریا کا پانی ٹھنڈ کی وجہ سے جم گیا تھا۔ لوگ اور سواریاں بھی اس جمے ہوئے دریا پر سے گزر رہی تھیں مگر جب نماز کا وقت ہوا تو آپ وضو کے لئے اس برفیلے دریا کے کنارے گئے تو وہاں پانی جو کہ برفیلا تھا وہ پانی پانی ہوگیا۔ سبحان اللہ!

حضرت خواجہ آفاق صاحبؒ کے خلفاء:

۱۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمت اللہ علیہ
۲۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تیسرے فرزند)
۳۔ حضرت مولانا شاہ نصیر الدین دہلویؒ (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرشد اول)
۴۔ حضرت پیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ حضرت پیر حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت پیر اعظم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت علاؤ الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات:

۱۔ لوگ دسوں لطائف طے کرتے ہیں لیکن مقام عالی کو نہیں پہنچ پاتے اور کچھ لوگ صرف لطیفۂ قلب طے کر کے ہی عالب نسبت ہو جاتے ہیں۔

۲۔ غوث ہو یا قطب، جو خلاف شریعت کام کرے وہ کچھ بھی نہیں۔

۳۔ جو کوئی محبت سے حضور اکرمؐ کی سنتوں پر عمل کرتا ہے اس کو وصل الٰہی ہو جاتا ہے۔

نام مبارک کا وظیفہ:

۱۔ ایک دفعہ حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کے کسی مرید نے اولاد نرینہ کے لئے توجہ کی درخواست کی تو مولانا باباؒ نے فرمایا کہ:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا شاہ محمد آفاق المدد پڑھتے رہا کرو۔"

تو اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ ٹھیک نو ماہ بعد ہی عبدالرزاق ملیح آبادی پیدا ہوئے۔

۲۔ ٹونک کے نواب صاحب راجا بکانیر کو لے کر حاضر خدمت ہوئے تو نواب صاحب نے مولانا باباؒ سے عرض کیا کہ:

"راجہ صاحب کو عجب مرض ہو گیا ہے، سوکھتے ہی جا رہے ہیں اور قوت بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔"

آپ مولانا باباؒ نے فرمایا کہ مونگ کی کھچڑی پر ہمارے پیر و مرشد خواجہ آفاق دہلویؒ کا فاتحہ دے کر چند روز کھلا دو۔

وصال مبارک:

آپ خواجہ آفاق صاحب کا وصال سات محرم الحرام ۱۲۵۱ ہجری سن ۱۸۳۵ء میں ہوا۔ آپ کا مزار دہلی کے مغل پورہ میں سبزی منڈی میں ہے۔

مزار مبارک شہید کرنے والے کا انجام:

۱۹۴۷ء میں آپ کا مزار کسی سکھ نے شہید کر کے اس کے اوپر اپنی رہائش اختیار کر لی جس کی وجہ سے دہلی کے مسلمانوں نے بڑی مشکل سے اس کو وہاں سے نکالا اور فرش کھود کر مزار کا نشان تلاش کیا۔ اوقاف کے صدر مولوی حفظ الرحمٰن ناظم ندوۃ العلماء ہند کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے مزار کو منہدم کر کے اس پر لکڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور روایت ہے کہ جس شخص نے یہ حرکت کی تھی اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے اور وہ اسی حال میں مر گیا تھا۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں کہ جو چاہتے تھے کہ ان کے وصال کے بعد کوئی نہ جان سکے کہ وہ کہاں دفن ہیں اور ہمارے مرشد کا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن حضور اکرمؐ نے یہ منظور نہ کیا اور فرمایا کہ دنیا میں ہی مزار ظاہر رہے۔ خود رسول پاکؐ نے بھی اسی خیال میں دنیا میں رہنا پسند فرمایا کہ امت کے لئے میں اللہ کی طرف سے رحمت ہوں۔

سیدہ بی بی بصیرت رحمۃ اللہ علیہا

حضرت سیدہ بی بی بصیرتؒ بہت بڑی بزرگ گزری ہیں۔ آپ ایک ایسی ہستی ہیں جو حضوری کی باکمال منزل پر فائز تھیں اور پیغمبرانہ توکل رکھتی تھیں۔

بیعت:

آپ حضرت تراب علی شاہ قلندر کاکوری بن کاظم علی شاہ قلندر علیہ الرحمہ سے بیعت تھیں۔ یہ وہی تراب علی شاہ قلندر ہیں جن کے لکھے ہوئے برج بھاشا میں صوفی شعر و دوہے مشہور ہیں جو بہت ہی معرفت بھرے راز ظاہر کرتے ہیں۔

شوہر:

آپ کے شوہر حضرت اہل اللہ میاں چشتی باکری ہیں جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی تیسویں نسب میں آتے ہیں۔ آپ خود بہت بڑے متوکل اور صاحب باطن تھے اور حضرت مخدوم

عبدالرحمٰن مؤحد چشتی لکھنویؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔آپ نے اس قدر فقیرانہ زندگی بسر کی کہ بعد وصال دو کپڑے بھی برآمد نہ ہوئے۔

سیدہ بی بی بصیرتؒ کا مقام ومرتبہ:

آپ اتنی اعلیٰ درجہ کی عابدہ، زاہدہ وتقویٰ والی خاتون تھیں کہ جن کی اس دور میں کوئی مثال نہیں ملتی۔آپ کا زیادہ تر وقت حدیث شریف پڑھنے میں گزرتا تھا۔عبادت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری عمر سو سال ہوجانے کے باوجود سو رکعت نفلوں سے کم نہ پڑھتی تھیں۔جب کبھی بھی آپ کو مجاہدات وطویل عبادات کے دوران کسی بھی چیز کی حاجت ہوتی تو خود حضور اکرمﷺ تشریف لے آتے تھے اور پھر فضل ہی فضل ہوجاتا تھا۔

جب آپ بہت ہی ضعیف ہوگئیں تو آپ کی بصارت جاتی رہی پھر سیدہ بی بی بصیرتؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ کی آنکھوں پر اپنے مبارک ہاتھوں کو پھیر دیا۔جب آپ کی آنکھ کھلی تو آنکھوں میں روشنی آچکی تھی اور سب کچھ شفاف طریقے سے دِکھنے لگا۔

پیغمبرانہ توکل:

ایک دفعہ آپ کے علاقے میں سخت قحط پڑ گیا تو آپ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کردیا تاکہ کسی کو حال کی خبر نہ ہو۔حالانکہ آپ کے عزیز واقارب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن سے مالی مدد کی شرعی اجازت ہے لیکن آپ اپنے گھر میں درختوں کے پتوں اور چھال کو اُبال کر خود بھی کھاتیں اور اپنے فرزند جو اس وقت نہایت کم عمر تھے ان کو بھی کھلاتی رہیں اور آپ اور آپ کے فرزند بہت ہی صبر وشکر کے ساتھ تناول فرماتے رہے اور خدا کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کر کے پیغمبرانہ توکل کی ایسی غیر فانی مثال پیش کی کہ جس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔

آپ دونوں کو جب بھی بھوک کا غلبہ ستاتا تو آپ دونوں یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔آپ کے ساتھ مجاہدہ کرنے والے فرزند کوئی اور ہستی نہیں بلکہ خود اویس دوراں، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ ہیں۔

نسب:

سیدہ بی بی بصیرت اپنے دادا جان کی جانب سے سیدنا نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی اولاد ہیں اور نانی جان کی جانب سے خواجہ بہاؤالدین نقش بندی اور نانا جان کی جانب سے خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد ہیں۔

سنت اویسی اور کعبہ کا آنا:

ایک دفعہ مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کو مکہ معظّمہ جانے کی خواہش ہوئی تو اس وقت آپ کے دل میں آیا کہ بیوی بچے اور والدہ صاحبہ سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے زیارت کعبہ کے لئے چلے جائیں۔ جب والدہ سیدہ بی بی بصیرت صاحبہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا: ''بیٹا تم مجھ کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟'' آپ کے اتنا کہتے ہی حضرت فضل رحمٰنؒ رک گئے اور پھر ایک رات کعبہ شریف خود سامنے آ گیا اور آپ کو زیارت ہوگئی۔ سبحان اللہ!

وصال مبارک:

حضرت مولانا باباؒ فرماتے ہیں کہ جب ہماری والدہ صاحبہ کا وصال ہوا اور ہم نے ان کو دفن کیا تو ایسے بہت کچھ معاملات و مکاشفات دیکھے جو بیان نہیں کر سکتے۔

مزار مبارک:

آپ بی بی بصیرت صاحبہؒ کا مزار مبارک ملاواں شریف میں حضرت دادا میاں مصباح العاشقین چشتیؒ کی درگاہ کے پاس (جنات بادشاہ، شاہ سکندر کے مزار کے سامنے) موجود ہے۔

فضیلت و خصوصیت مسجد فضل رحمانی:

۱۔ بعض لوگوں نے فقیر نیاز احمد سے پوچھا کہ یہاں بھی کوئی جنتی کھڑکی یا مقام ہے؟ اُدھر مولانا باباؒ کو کشف ہوا تو آپ نے فرمایا: ''میاں نیاز احمد سب سے بڑی جنت یہ ہے کہ کرم رسالت شامل حال رہے۔'' پھر فرمایا: ''اس مقام پر جہاں سراپائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسجد میں نمازیں ادا فرماتے رہے۔ اس مقدس جگہ جو کوئی بھی نماز

ادا کرے گا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا نیز جو مسجد کے دیگر اطراف میں نماز ادا کرے بطفیل رسالت اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔''

۲۔ ایک بار مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

''اس مسجد کے شمالی و جنوبی دونوں گوشوں میں جہاں سے دعا مانگو خدا قبول کرے گا۔ یہ شرف اس لئے ملا ہے کہ حضرت شیر خدا ؓ و حضرت امام حسین ؓ و حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام و حضرت خواجہ خضر ؑ ہمارے رسول معظم ﷺ و اکابر اولیاءؒ جیسے حضرت غوث الاعظمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ و محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء دہلویؒ یہاں تشریف لاتے اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

☆☆☆

خانقاہ فضل رحمانی کا بیرونی منظر

گیارہواں باب

مولانا فضل رحمٰنؒ اور ان کی آل واولاد کے حوالے سے مصنفہ اور ان کے رشتہ داروں کے مشاہدات

مصنفہ کے حالات زندگی:

جیسا کہ کتاب کے سرورق سے ظاہر ہے کہ یہ ناچیز بندی شمع نازنین قادری ہے۔ ہمارے والدین مرحومین نے ہم چار بھائی بہنوں کی تعلیم وتربیت پر ہمیشہ خاص توجہ دی۔ دینی و دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ادب وآداب اور گھرداری وخاندانی معاملات میں بھی خوب رہنمائی فرمائی۔

بچپن ونوجوانی:

میری عمر کا یہ حصہ کم گوئی، بےفکری، لاپرواہی، اپنے آپ میں مگن ہوکر گزرا۔ سہیلیاں بنانے اور کھیلنے کودنے کی بالکل عادت نہ تھی۔ بس پڑھائی کرنا، کھانا پینا اور سوجانا۔ والدین کے ساتھ رشتہ داروں کے گھر جانا ہوتا تو وہاں بھی چپ چاپ ایک طرف بیٹھے رہنا۔ اپنے آپ میں گم رہنا کہ میں کیا ہوں؟ کیوں اس دنیا میں آئی ہوں؟ کس طرح زندگی گزارنی ہے؟ دنیا کی لذتیں اپنی مرضی سے استعمال کرنی ہیں مگر ان سب کا حساب بھی آخرت میں دینا ہے۔ اس طرح کی سوچ مجھے ہجوم میں بھی تنہا کردیتی تھی۔

روحانی ماحول:

چونکہ میرے والدین ملاواں اور گنج مرادآباد کے دینی وروحانی ماحول میں رہ کر ہجرت کر کے کراچی رہائش پذیر ہوئے تھے لہٰذا مولانا فضل رحمٰنؒ ان کے بزرگوں اور آل واولاد کی باتیں وروحانی واقعات چھوٹی عمر سے ہی سننے کوملیں۔ جب کبھی بھی والدووالدہ، نانی ودادی، خالہ

و پھوپھیاں، ماموں و چچا جان ان بزرگوں کی باتیں اور واقعات بیان کرتے تو ان سب کے چہروں پر ایک خاص نورانی چمک پیدا ہو جاتی تھی اور ہم بچوں پر روحانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی لہٰذا تمام واقعات سن کر اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی دعا مانگتی تھی اور شادی کے بعد اپنی آل واولاد کی تربیت دینی انداز میں کرنے کی خصوصی دعا مانگتی تھی۔

اسکول استانی کا تجربہ:

تعلیم مکمل کرنے کے بعد بہن نے گھر کی بالائی منزل پر ''ڈیسنٹ پرائمری اسکول'' قائم کیا۔ دو سال کے اندر ان کی شادی ہوگئی تو پھر میں نے اسکول کا انتظام پانچ سال تک سنبھالا۔ اس دوران مجھے بچوں کی نفسیات سمجھنے اور اس کے مطابق پڑھانے کی تربیت حاصل ہوئی، بچوں کے والدین سے گفتگو کرنا، اسکول کا حساب وکتاب کرنا، اساتذہ کے ساتھ مل کر بچوں کی نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں انجام دینا، الغرض اسکول کو بڑے ہی اچھے پیمانے پر چلانے کا تجربہ حاصل ہوا۔

صاحب زادے کا نام فضل رحمٰن رکھنا:

رشتۂ ازدواج میں بندھنے اور صاحبزادے کی پیدائش پر مولانا باباؒ سے اپنی نسبت کو اگلی نسل میں منتقل کرنے کے لئے بیٹے کا نام فضل رحمٰن رکھا اور گڑگڑا کر اللہ پاک سے دعا مانگی کہ: ''یا اللہ! میری نسل کو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما تاکہ نسل درنسل روحانی سلسلہ قائم و دائم رہے۔'' الحمدللہ! میرے بیٹے نے بھی اس نام کی لاج رکھی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ مرحلہ وار دینی تعلیم پر بھی توجہ مرکوز رکھی اور قرآن وحدیث، فقہ وشریعت کے کورس پڑھ کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

ہجرت لاہور:

۲۰۰۸ء میں لاہور کی یونیورسٹی میں بیٹے کی پڑھائی کی وجہ سے ہم لوگ کراچی سے داتا کی نگری میں آ گئے۔ یہاں بھی اسکول استانی کے طور پر بچوں کو پڑھایا اور ساتھ ساتھ ان کی دینی واخلاقی اصلاح بھی کی۔

روحانی محافل کی تلاش:

لاہور منتقل ہونے کے بعد کراچی کی خواتین کی دینی محافل کی یادیں مجھے رنجیدہ کرنے لگیں۔ ہر بدھ کو خواتین کا اجتماع یاد آتا۔ ہر جمعہ کو عورتوں کی ختم قادریہ کی محافل کی بازگشت کانوں میں گونجتی، ہر پیر شریف کی صبح خداداد کالونی میں مستورات کے ذکرواذکار کی بیٹھک یاد آنے لگی۔

آخرکار ۲۰۰۹ء میں اسکول استانی زاہدہ صاحبہ سے کراچی کی روح پرور محافل کا ذکر کر کے اپنی روحانی تڑپ کا اظہار کیا تو وہ فرمانے لگیں کہ ہر بدھ کو اسکول کی چھٹی کے بعد میرے ساتھ خواتین و بچیوں کے مدرسہ میں ذکرواذکار اور نعت خوانی کی محفل میں شرکت فرمالیا کریں۔ میں تو خوشی سے جھوم اٹھی اور ہر بدھ کو محفل میلاد میں جانا شروع کر دیا اور تا دم تحریر بدھ کی محافل میں شرکت جاری وساری ہے۔

باجی قدسیہ کی روحانی شخصیت:

حضور داتا گنج بخش ہجویریؒ کی نسبت سے لڑکیوں کے مدرسے کی روح رواں باجی قدسیہ صاحبہ کا ذکر میرے لئے ناگزیر ہے کہ ان کی روحانی شخصیت اور روح پرور محافل نے پہلے ہی دن سے مجھے سحر زدہ کر دیا اور میرے اندر ذکرواذکار، حمد ونعت خوانی، منقبت گوئی کو جذب کے عالم میں پڑھنے کی حلاوت پیدا فرمائی۔ جس کی وجہ سے آج بھی دوران محفل کبھی بند آنکھوں میں، کبھی ادھ کھلی آنکھوں میں کائنات کے روح پرور مناظر سمٹ کر ایک نقطے پر مرکوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ ان میں ڈوب کر مجذوبانہ انداز میں حمد ونعت خوانی، منقبت گوئی میری روزمرہ کی عادت بن گئی ہے۔

باجی روزینہ سے مراسم:

لاہور میں روحانی محافل کی مزید تلاش کے دوران ایک دن آٹھویں جماعت کی ایک شاگردہ نے اسکول کی چھٹی کے وقت دعوت محفل میلاد یوں دی کہ: ''میرے گھر کے سامنے والے گھر میں ہر پیر شریف کو ظہر تا عصر محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ آج پیر کا دن ہے تو آپ میرے ساتھ چلیں۔''

ایک لمحہ کو میں نے اپنی جسمانی تھکن کے بارے میں سوچا مگر پھر روحانی سکون کی تلاش مجھے باجی روزینہ کے آستانے پر لے گئی۔ منہاج القرآن سے وابستہ باجی فاطمہ کے پر اثر بیانات، ذکرواذکار کے ساتھ ساتھ حمد ونعت خوانی سے میری روح سرشار ہونے لگی۔ تادمِ تحریر باجی روزینہ سے وابستگی جاری وساری ہے۔

باجی تابندہ سے روحانی تعلق:

کہتے ہیں کہ جب جسم کو روحانی غذا زیادہ ملتی ہے تو اس سے جو ذہنی وقلبی سکون ملتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ شب وروز اللہ ورسول کے ذکر کی محفلیں سارا سال چلتی رہیں۔ باجی روزینہ کے گھر کی ہر پیر کی محفل میں شرکت کے باعث بے شمار خواتین سے روحانی روابط قائم ہوئے۔ ان میں سرفہرست باجی تابندہ ہیں۔ وہ ان دنوں حرم پاک کا روحانی سفر طے کر کے آئی تھیں تو میرا دل چاہتا تھا کہ ان سے عمرہ کی ادائیگی اور مکہ مدینہ کی روح پرور گفتگو سنتی رہوں چنانچہ میں نے ان کے گھر آنا جانا شروع کر دیا اور حجاز کی مسحور کن باتیں سن کر وہاں جانے کی بچپن سے تڑپ میرے دل میں شدت اختیار کر گئی۔

اس دوران میں نے ان کے گھر میں بعد نماز جمعہ محفل میلاد کا ہفتہ وار انعقاد شروع کیا جس کی وجہ سے ان کے اہل محلہ اور گھر کی خواتین و بچوں کی خوب خوب روحانی تربیت ہوئی کہ آج تک ان کا گھرانہ ہر سال سفر حرم سے سرفراز ہوتا ہے اور تا حال ہفتہ وار درس قرآن بمعہ ترجمہ وتفسیر اور دورۂ قرآن ماہ رمضان جاری وساری ہے۔

باجی بنت اسرار سے ملاقات:

۲۰۱۳ء میں باجی تابندہ کو ایچ بلاک میں قرآن کلاس کے دوران باجی بنت اسرار کا قرآن پاک کے پارے کا ترجمہ وتفسیر کا بیان سننے کا موقع ملا تو انہوں نے مجھ سے ذکر کیا لہٰذا جب میں نے ان کا سادہ اور پُراثر بیان سنا تو ان کی فصاحت و بلاغت پہ حیران رہ گئی۔ پھر تو ہم دونوں نے پابندی سے ان کی قرآن کلاس میں حاضری شروع کر دی۔ اسی دوران ایم بلاک میں غوثیہ ہاؤس میں ہر جمعرات کو ذکرواذکار کی پُرکیف محفل سجا کرتی ہے اس میں شریک ہونا شروع

کیا۔ جہاں خصوصی طور پر ہر اسلامی ماہ کی گیارہویں کا ختم شریف بڑے اہتمام سے سالہا سال سے ادا کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کلاس جس میں کثیر تعداد میں خواتین شرکت فرماتی ہیں وہاں پر بھی باجی بنت اسرار سے مستفید ہونے کے لئے ہر ہفتہ پابندی سے جانا شروع کیا جو کہ تا حال جاری ہے۔

باجی بنت اسرار سے دینی تعلیم ملنا:

الحمدللہ! باجی بنت اسرار سے قرآن کلاس کے ذریعے جڑے ہوئے گیارہ سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ علاقے کی بیشتر خواتین قرآن پاک کے پاروں کا ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ساتھ اسلامی بہنوں کی نماز، سیرت النبی، شریعت و احادیث، درس نظامی کی ابتدائی کتب اور لسان القرآن (عربی گرائمر) پر مہارت حاصل کر رہی ہیں۔

بحیثیت شاگردہ دینی تربیت:

میری زندگی مسافر جیسی گزر رہی ہے۔ کبھی کراچی، کبھی حرمین شریفین، کبھی امریکہ، کبھی یورپ اور باقی ایام لاہور میں گزرتے ہیں۔ لہٰذا باجی بنت اسرار سے دینی تعلیم حاصل کرنے میں وقفہ وقفہ سے تعطل پیدا ہوتا رہتا ہے تو میں لاہور کے باقی ایام میں صرف ایم بلاک ہی نہیں بلکہ ڈی، ایچ، اے زیڈ بلاک کی قرآن کلاس و رمضان کا دورۂ قرآن، کبھی باجی کا ساتھ حاصل کرنے کے لئے اور گفتگو کے لمحات پانے کے لئے ایچ بلاک کی قرآن کلاس بھٹہ چوک کی قرآن کلاس اور بحریہ آرچرڈ کی قرآن کلاس بھی بخوشی حاصل کیں۔ حتیٰ کہ درس قرآن و مکاشفات قلوب کا بیان بھی پابندی سے سننے، سمجھنے اور دوسری خواتین تک ان کی تعلیم پھیلانے کی تگ ودو میں لگی رہتی ہوں۔

پچھلے سال رمضان المبارک کے دورۂ قرآن کی اختتامی دعا میں جب اولیائے کرام کے خصوصی ناموں میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا نام لے کر بھی ایصال ثواب پہنچایا گیا تو میں خوشی سے سرشار ہوگئی اور میں نے دعا کی کہ نسبت گنج مراد آباد کے ذریعے سے مجھے بھی باجی بنت اسرار سے کچھ فیض مل جائے۔

خواب میں باجی بنت اسرار کی آمد:

۲۰۲۳ء کے رمضان کے روزوں واعتکاف سے فارغ ہو کر شوال کے چھے روزوں کے دوران خواب میں نورانی عورتوں کی فرشی محفل میں خود کو سب سے آگے بیٹھے ہوئے پایا۔ حد نگاہ تک نورانی چہروں والی خواتین کو زیرلب ذکرواذکار کرتے ہوئے دیکھا اور دبی آواز میں سنا کہ باجی بنت اسرار شوال کے روزوں کی فضیلت بیان کرنے آرہی ہیں۔ یہ سنتے ہی میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا کہ باجی جان کا بیان سننے کو ملے گا۔

چند لمحوں کے بعد باجی بنت اسرار میرے پاس آ کر رک گئیں اور مجھے ایک چمکیلا سا سفید اسکارف دے کر کہنے لگیں کہ شمع یہ پہن لو! میں اسکارف کو گلے میں ڈال لیتی ہوں تو کہتی ہیں کہ سر پر لپیٹو! میں تہہ بنا کر اپنے سر کے چاروں طرف عمامہ کی طرح لپیٹ لیتی ہوں تو اسکارف کا آخری سرا اپنے ہاتھوں سے موڑ کر لگاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ آج کا بیان تم دو!

میرا تو منہ حیرت سے کھلا رہ جاتا ہے۔کبھی ڈائس کو دیکھتی ہوں تو کبھی ان کو دیکھتی ہوں یوں میری آنکھ کھل جاتی ہے تو تہجد کا وقت ہوتا ہے۔ اٹھ کے وضو کرتی ہوں۔ نوافل ادا کرتی ہوں جب خواب کے بارے میں سوچتی ہوں تو اپنے اندر ایسی روحانی قوت محسوس کرتی ہوں کہ کھلی آنکھوں سے جو تصور کروں وہ دکھائی دینے لگتا ہے اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ سر پر اسکارف اڑھانے کی شکل میں مجھے باجی جان سے فیض ملا ہے۔ کچھ دن بعد باجی سے ملاقات ہوئی تو خواب کا تذکرہ سن کر اِنکساری سے فرماتی ہیں کہ: ''مجھ میں تو ایسی کوئی بات نہیں! البتہ میرے روحانی بزرگوں کا فیض میرے ذریعے سے آپ کو ملا ہے۔'' سبحان اللہ!

☆ الحمدللہ! یہ بشارت حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ اس فیض کی بدولت مجھے حقیقتاً چن لیا گیا۔ میں خواتین کے مدرسہ میں قرآنی آیات کا ترجمہ وتفاسیر بخوبی بیان کرنے لگی جو اُن کی دینی تعلیم وتربیت کرنے میں معاون ثابت ہوئی' ساتھ ہی ذکرواذکار برائے روحانیت عطا کرنے سے ثابت قدم خواتین کے روزمرہ کے معاملات میں مثبت تبدیلی آئی اور اُن کے ظاہر و باطنی معاملات میں ترقی ہونے لگی۔

☆ باجی اُم کلثوم سے رابطہ:

۲۰۱۶ء کے اوائل میں سوسائٹی میں رہائش پذیر ہونے کے بعد میں اور باجی تابندہ آس پاس کے گھروں میں میلاد کی محافل میں جانا شروع ہوئے تو ہماری ملاقات اوکاڑہ کے مذہبی گھرانے سے تعلق رکھنے والی عالمہ باجی اُم کلثوم صاحبہ سے ہوئی۔

جب پہلی باران کا بیان گیارہویں شریف کے موقع پر حضور غوث الاعظم دستگیرؒ کا سنا تو جیسے ہمارے دلوں میں اتر کر روح میں سما گیا۔ پھر تو ہم نے انہیں اپنے گھر کی محافل میں بیان دینے کی دعوت دی اور یوں تا حال ان کی پُراثر دینی تقاریر سے اہلیانِ سوسائٹی مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ باجی صاحبہ ہر منگل و بدھ کو ہفتہ وار قرآن پاک کی کلاس معہ ترجمہ وتفسیر عورتوں کو پڑھاتی ہیں۔ ان کلاسز کے علاوہ علاقے میں کسی بھی گھر کی محفل میں ان کا بیان بڑے ذوق و شوق سے سنتی ہوں۔ جس سے میری روح کو بھرپور جِلا ملتی ہے۔

☆ میری زندگی بچانے والا مشاہدہ:

اکتوبر ۱۹۸۷ء میں ملاواں شریف سے ننھیالی رشتہ دار کراچی تشریف لائے۔ ان سب کو ساحل سمندر (کلفٹن) کی سیر کے دوران میرے ساتھ میری زندگی بچانے والا واقعہ پیش آیا۔

ہوا کچھ یوں کہ گھر کے بزرگ تو ساحل سمندر کے قریب ایک چادر بچھا کر کھانے پینے کا سامان رکھ کر بیٹھ گئے۔ تمام بچے فٹ بال سے گیلی ریت پر کھیلنے لگے اور ہم سب بہن بھائی و کزن سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ جب کافی دیر ہوگئی تو تھکن کی وجہ سے میں پانی سے نکل کر ساحل کے پتھروں پہ بیٹھ کر گیلے کپڑے سکھانے لگی۔

کچھ عرصہ پہلے ایک یونانی سمندری جہاز رات کے اندھیرے میں کراچی پورٹ پہ لنگر انداز ہونے کے بجائے تیرتا ہوا کلفٹن کے ریتیلے ساحل پہ پہنچ کر پھنس گیا اور پھر اس جہاز کو واپس سمندر میں دھکیلا نہ جاسکا پھر کئی سال گزر گئے تو جہاز بوسیدہ ہو گیا۔

اچانک میرے من میں کیا سمایا کہ اس پھنسے ہوئے جہاز کو ہاتھ لگانے کے لئے چل

پڑی۔ جیسے جیسے جہاز کے قریب ہونے لگی تو سمندر کا پانی میری کمر تک آ گیا اور جسم کو پانی میں کھڑا رکھنا مشکل ہو گیا تو اچانک سفید لباس میں ملبوس ایک بزرگ میرے قریب آئے اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''جہاز کے قریب مت جاؤ، پانی میں کھائیاں بن گئی ہیں، ڈوب جاؤ گی، واپس جاؤ!''

خوف کے مارے میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جب واپسی کے لئے پلٹی تو دیکھا کہ بزرگ تو ایک دم غائب ہو گئے اور دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا۔ خیر میں پانی میں قدم جماتی ہوئی واپس ساحل کے پتھروں تک آ گئی اور اپنے گیلے کپڑے سُکھا کر اپنی فیملی سے جا ملی۔ سارے لوگ دستر خوان لگا کر کھانے پینے کا سامان رکھ رہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل ہو گئی۔ نہ کسی نے کچھ پوچھا کہ اتنی دور کیا کر رہی تھیں بلکہ یہ واقعہ ہی میرے ذہن سے بھلا دیا گیا۔

بیس سال بعد خواب میں ان ہی بزرگ کی آمد:

۲۰۰۸ء کے ابتدائی ایام تھے۔ بیٹا فضل رحمن لاہور کی یونیورسٹی میں داخلے کی تیاری کر رہا تھا اور میں معاشی تنگی کی وجہ سے اس کی پڑھائی کے خرچے کے لئے بے حد فکر مند تھی۔

ایک رات نماز عشاء پڑھ کر اللہ پاک سے گڑگڑا کر دعا مانگی اور اسی فکر میں سو گئی۔ خواب میں ان ہی بزرگ کو دوبارہ اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگے: ''بٹیا جلدی چلو! تمہارا انتظار ہو رہا ہے!'' میں تو بس حیران شکل بنائے انہیں دیکھتی رہ گئی تو انہوں نے میرا ہاتھ کلائی سے پکڑا اور چل پڑے اور دوسرے ہاتھ سے کمرے میں پڑے ہوئے ایک سوٹ کیس کو بھی اٹھا لیا کہ یہ بھی تو ساتھ لے کر جانا ہے۔ پھر چند لمحوں میں بزرگوں کی ایک محفل میں تخت کے درمیان بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کے سامنے لے جا کر میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری حالت حیرت زدہ اور زبان گنگ تھی۔

ان بزرگ نے بڑی شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا، مسکرائے اور اپنی جیب سے پاکستانی نوٹوں کی ایک گڈی میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں تو خوشی سے کِھل اٹھی۔ پھر تو تخت پہ

بیٹھے ہوئے ایک ایک بزرگ نے ہاتھ بڑھا بڑھا کر مجھے بہت سارے پاکستانی نوٹ دینا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ میرے دونوں ہاتھ نوٹوں سے بھر گئے تو جو بزرگ مجھے لے کر آئے تھے انہوں نے میرے ہاتھ سے سارے نوٹ لے کر سوٹ کس میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد تو حاضرین میں سے ایک ایک بزرگ اٹھ کر میرے پاس آتے اور مجھے کئی نوٹ پکڑا کر چلے جاتے ساتھ ساتھ وہ بزرگ مجھ سے نوٹ لے لے کر سوٹ کیس بھرتے گئے۔ یہاں تک کہ سوٹ کیس پورا بھر گیا۔

پھر تخت کے درمیان میں بیٹھے ہوئے بزرگ نے اشارہ کیا کہ انہیں واپس چھوڑ آیئے۔ لہٰذا وہی بزرگ جو مجھے لے کر گئے تھے انہوں نے پھر میری کلائی اور سوٹ کیس پکڑا اور لمحوں میں گھر تک پہنچا دیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو خواب کو یاد کر کے سوٹ کیس کھولا تو کوئی نوٹ نہیں تھے۔ میں سوچنے لگی کہ یہ خواب آئندہ مستقبل میں میرے معاشی حالات بہتر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اور پھر واقعی آنے والے وقت نے خواب کو حقیقت کا رنگ دے دیا۔ بیٹے نے اسکالر شپ پر تعلیم حاصل کی اور پھر مزید اسکالرشپ پر ہی بیرون ملک تعلیم حاصل کر کے ملازمت کی یوں ہماری فیملی آسودۂ حال ہوگئی۔

بچپن سے ننھیالی و ددھیالی بزرگوں سے مولانا بابؒا اور ان کی آل و اولاد کے تذکرے سنتی رہی ہوں کہ مجھے اتنی دور کراچی میں رہ کر ان سب سے اتنی نسبت ہے کہ بیٹے کا نام فضل رحمٰن رکھا اور ہر خوشی و غمی کے موقع پر ان بزرگوں کے ایصال ثواب کا اہتمام اپنے والدین کی طرح انجام دیتی ہوں اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بزرگ دو مرتبہ میرے پاس آئے۔ ایک مرتبہ جاگتی آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ خواب میں آئے تھے تو سرگوشی سنائی دی تھی کہ یہ تو دادا میاں ہیں اور جو بزرگ تخت پر دوسرے بزرگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہ سرکار فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ اور خانوادے کے بزرگ تھے۔

مصنفہ کے والد صاحب کے واقعات ومشاہدات:

میرے والد سید عبدالقدوس صاحب پورے خاندان میں ہردل عزیز شخصیت کے حامل تھے۔آپ کی خوش مزاجی ومہمان نوازی لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنادیتی تھی۔آپ کی گفتگو کا انداز انتہائی اثر انگیز تھا۔ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی عالم بھرے مجمع میں تقریر کررہا ہو۔یوں تمام لوگ آپ کی گفتگو کے سحر میں کھوجاتے تھے۔

ایسا بھلا کیوں نہ ہوتا؟ آپ نے بڑے بابا(حضرت رحمت اللہ میاں)اور چھوٹے بابا (حضرت نعمت اللہ میاں) کے زیر سایہ بچپن،لڑکپن اور نوجوانی تک دینی تعلیم وتربیت پائی اور سرکار بھولے میاں،محمد میاں،فضلو بابا،رفیق میاں کی ہمراہی میں پرورش پاکر جوانی کی دہلیز میں قدم رکھا تھا۔دنیاوی تعلیم اور الیکٹریشن کا ڈپلومہ حاصل کرکے موٹر کمپنی میں ملازمت اختیار کرنا تو صرف روزگار کی حد تک تھا۔جوں ہی چار لوگوں کے درمیان گفتگو شروع ہوئی تو آپ کی گفتگو کا رخ ہمیشہ دینی باتوں کی طرف ہی ہوتا اور ایسی عالمانہ باتیں زبان سے جاری ہوتیں کہ تمام لوگ سحر زدہ ہوکر روحانی سکون محسوس کرتے تھے۔

پاکستان ہجرت کرکے کراچی میں سکونت حاصل کی۔روزگار کے لئے موٹر ورکشاپ چلایا۔رشتہ داروں کی گاڑی آجاتی تو صلۂ رحمی کے طور پر مزدوری نہ لیتے صرف پُرزوں کے پیسے لیتے تھے۔

بیعت:

ایک مرتبہ والد صاحب کے پیر، مولانا فضل الرحمٰن انصاریؒ کی گاڑی ورکشاپ میں ٹھیک ہونے کے لئے آئی تو کام کے دوران مولانا صاحب سے ایسی سحر انگیز ملاقات ہوئی کہ آپ رات میں ان کے ادارے (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن) میں پہنچ کر ان کے مرید بن گئے اور پھر چھٹی کے دن یعنی اتوار کو والدہ صاحبہ کو بھی مریدنی بنانے کی غرض سے لے گئے۔ والدہ صاحبہ سے جب مولانا صاحب کی والدہ نے پوچھا کہ انڈیا میں کہاں سے تشریف لائی ہیں؟ تو والدہ صاحبہ نے ملاواں اور گنج مرادآباد کا نام لیا جس پر وہ کہنے لگیں کہ جب میرا بیٹا پیدا ہونے

والا تھا تو مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی میرے خواب میں آئے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کا نام فضل رحمٰن رکھنا یہ دنیا میں ہدایت کا نور پھیلائے گا۔

والد صاحب روزانہ جب ورکشاپ بند کرتے تو رات کی مجلس میں چلے جاتے اور ذکر و اذکار سے تسکین حاصل کرتے یہاں تک کہ روزانہ تین ہزار درود پاک پڑھ کر حضور اکرمؐ کو پیش کرتے تب کہیں چین سے سوتے۔

☆ خواب میں حضور پُرنورؐ کی زیارت سے مشرف ہونا:

جب والد صاحب نے تین ہزار درود پاک روزانہ رات میں پڑھ کر حضور اکرمؐ کو پیش کرنے کی عادت ڈال لی تو آپ والد صاحب خواب میں مصافحہ حضورؐ سے سرفراز ہوئے اور فرمایا کہ ''عبدالقدوس تم مولانا فضل رحمٰن انصاریؒ سے ہمیشہ جڑے رہنا کیونکہ یہ گنج مرادآباد سے نسبت رکھتے ہیں اور درود پاک پڑھنے کا سلسلہ زندگی بھر قائم رکھنا۔''

☆ ڈاکٹر نشتر صاحب کو سہارا دینا:

ایک مرتبہ والد صاحب گاڑیوں کے پُرزے خریدنے جارہے تھے کہ راستے میں ڈاکٹر نشتر صاحب کو پیدل چلتے ہوئے دیکھا تو آپ بڑے حیران ہوئے پوچھا خیر تو ہے؟ آپ کی گاڑی تو ٹھیک ہو کر گئی تھی تو انہوں نے روتے ہوئے بتایا کہ کافی عرصے سے کلینک نہیں چل رہا ہے۔ گھر میں معاشی تنگی کی وجہ سے روزانہ لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے۔ اپنی زندگی سے عاجز آ کر آج نیٹی جیٹی پُل سے کود کر خودکشی کرنے جارہا ہوں۔

والد صاحب نے تو فوراً ان کا ہاتھ تھاما، گاڑی کے پرزے خریدے اپنے ساتھ ورکشاپ میں بٹھائے رکھا اور رات کو اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ بیٹھک میں ٹھہرالیا اور چند دنوں میں ایک چھوٹا سا کلینک کھلوادیا۔

☆ خواب میں حضور پُرنورؐ کی دوبارہ زیارت:

ڈاکٹر صاحب سے حسن سلوک کئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ حضور پُرنورؐ کی دوبارہ زیارت سے سرفراز ہوئے ساتھ ہی گلے ملنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپؐ نے

فرمایا: ''عبدالقدوس میں تم سے بہت خوش ہوں۔'' اور کافی دیر تک آپؐ نے اپنی گفتگو سے سرفراز کیا۔ والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ ان دنوں تمہارے والد صاحب کا چہرہ دیکھنے کے لائق تھا۔ بہت پوچھنے پر بتایا تھا کہ یہ سرشاری حضور اکرمؐ کی زیارت کی وجہ سے ہے۔''

ڈاکٹر صاحب تقریباً ایک سال تک رہے اور کلینک چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے بیوی بچوں کو خبر مل گئی اور وہ لوگ معافی مانگ کر بڑی منتیں کر کے واپس اپنے گھر لے گئے۔ یوں ہم بچوں کو ڈاکٹری آلات، دواخانہ والی میزیں مل گئیں اور ہم چاروں بہن بھائی ڈاکٹر بن کر ایک دوسرے کو دوائی دینے کا کھیل کھیلتے رہے۔

☆ گرم گرم کھانے پر فاتحہ پڑھنا:

والد صاحب ہر سال آٹھ محرم کی شام شربت پر فاتحہ پڑھ کر تقسیم کیا کرتے تھے اور نو محرم کو باورچی بلا کر حلیم کی دیگیں پکوا کر تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک سال کوئی باورچی دستیاب نہ ہوا تو گھر کے آنگن میں خود والد صاحب نے دیگ پکائی۔ ہم بہن بھائی اور رشتہ داروں نے ان کا ہاتھ بٹایا۔ فجر کا وقت ہوا تو گرم گرم دیگ پر فاتحہ پڑھ کر والد صاحب تھکن کے باعث سو گئے۔ خواب میں حسنین کریمینؓ کی زیارت ہوئی فرمایا کہ گرم گرم کھانے پر فاتحہ نہیں دیا کرو تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے تب پڑھا کرو کیونکہ فرشتے فوراً پیش کر دیتے ہیں تو چکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا والد صاحب نے پھر کبھی گرم گرم کھانے پر فاتحہ نہیں پڑھی۔ ہمیشہ بھاپ نکلنا بند ہو جاتی تو فاتحہ دیتے تھے۔

☆ زیارت مولا علی کرم اللہ وجہہ:

ایک رات والد صاحب کو خواب میں حضرت علیؓ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے مصافحہ کرتے ہوئے بیٹا کہہ کر اپنے سینے سے لگایا۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ مجھے ایسا لگا کہ نور کی شعاعیں میرے سینے میں اتر گئی ہیں۔ اگلے دن سے انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی گفتگو میں مزید فصاحت و بلاغت، جوش و ولولہ پیدا ہو گیا کیونکہ آپ والد صاحب کے ساتھ کام کرنے والوں نے کہا کہ کیا بات ہے آج تو آپ کی گفتگو کا انداز ہی بڑا نرالا ہو گیا ہے۔ ہم بچوں نے بھی یہ بات نوٹ کی کہ آپ والد محترم ہر موضوع پر ایسی تفصیلی گفتگو کرتے کہ

گو یاوہ وقت آپ نے بھی گزارا ہواور پھر ملاواں و گنج مراد آباد کا تو ایسا نقشہ کھینچتے کہ دل چاہتا کہ وہاں چلے جائیں۔

☆ لکھنؤ میں دوست کی بیماری سے صحت یابی:

ایک دفعہ لکھنؤ کی باتیں کرتے ہوئے آپ والد صاحب نے اپنے دوست قیوم بھائی کا ذکر نکالا کہ وہ میرے ساتھ فورڈ موٹر کمپنی لکھنؤ میں ملازمت کرتے تھے۔ جب چھٹیاں ہوتیں تو پیسے اپنی والدہ کو بھیج دیتے مگر ان سے ملنے نہ جاتے۔ جب بہت پوچھا تو بتایا کہ ٹی بی کا آخری مرحلہ ہے اور ڈاکٹر نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ والد صاحب یہ سن کر بڑے غمگین ہوئے۔ اتفاق سے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا عرس مبارک آ گیا۔ والد صاحب اپنے دوست کو بھی ساتھ لے گئے۔ عرس میں شرکت کے بعد جس دن واپس آنا تھا تو دستر خوان پر کھانا کھانے کے دوران بڑے بابا (حضرت رحمت اللہ میاں) آ گئے اور والد صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے برابر میں بیٹھے ہوئے قیوم بھائی کو پانی کا گلاس دم کر کے پینے کے لیے دے دیا اور کہا: ''تم اتنے اداس کیوں ہو؟ لو پانی پیو! تم تو ابھی بہت جیو گے۔ تمہاری تو شادی ہوگی اور بچے بھی ہوں گے۔''

والد صاحب اور قیوم بھائی دونوں ہی حیران ہو گئے کہ ہم نے تو بڑے بابا کو بیماری بتائی ہی نہیں اور انہوں نے خود ہی جان لیا۔ خیر پانی پیتے ہی ان کو یوں لگا کہ جیسے کوئی روحانی دوا پیٹ میں چلی گئی ہے اور پھر انہوں نے بڑے عرصے بعد پیٹ بھر کھانا کھایا۔ لکھنؤ واپس جاتے ہوئے وہ بہت ہشاش بشاش تھے اور جب ڈاکٹر کو چیک کروا کے ٹیسٹ کروائے تو پتہ چلا کہ ٹی بی کی بیماری تو ختم ہو چکی ہے۔ سبحان اللہ!

بڑے باباؒ کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی۔ والد صاحب تو لکھنؤ سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے مگر قیوم بھائی کے حال احوال کی خبر ملتی رہی کہ وہ رشتۂ ازدواج میں بندھ کر صاحب اولاد بھی ہوئے اور جب تک زندہ رہے گنج مراد آباد آتے جاتے رہے۔

☆ داتادربار کی حاضری کاسن کرآبدیدہ ہونا:

ایک مرتبہ شوہراور بیٹے کے ساتھ مجھے کراچی سے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔تو سب سے پہلے داتا دربار میں حاضری دی اور بعد میں رشتہ داروں سے ملاقات اورتفریحات کر کے واپس کراچی پہنچی تو والد صاحب سے ملنے گئی اور داتا دربار کی حاضری بیان کرنے لگی۔ والد صاحب کی توآنکھوں سےآنسورواں دواں ہوگئے۔کہنے لگے:

''زندگی میں کبھی موقع ہی نہ ملاکہ میں بھی لاہور جاتااوردربار میں حاضری دیتا۔''

یہ سن کر میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ بھی ضرور حاضری دیں گے۔پھراسی سال دسمبر میں چند مہینے بیمار ہوکروالدصاحب نے پردہ فرمالیااورخواب میں آکر بتایا کہ:

''مجھے تو داتاصاحب نے اپنے پاس بلالیا ہے۔میں وہاں روحانی ڈیوٹی دیتاہوں۔جوارواح آتی ہیں ان سب کی میزبانی کرتاہوں۔''

پھرتو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا سے پردہ فرماتے ہی والدصاحب کو داتا دربار میں روحانی طور پررہنانصیب ہوگیا۔

☆ والدصاحب کاسانپ کچلنا:

کراچی سے لاہورہجرت کرنے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ کچھ لوگ میرے ہی رشتہ داروں سے میری ہجرت کے خلاف دھمکی آمیز باتیں کر رہے ہیں تو مجھے شدید صدمہ ہوا۔ میں نے ان کی زبان بند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی اورسوگئی۔خواب میں والد صاحب کو دیکھا کہ میرے دونوں پیروں کے درمیان سے ایک سانپ نکل کرفرار ہورہا ہے اور اچانک والدصاحب آکر ڈنڈے سے کچل کر سانپ کو مارڈالتے ہیں۔صبح اٹھی توخواب کو یاد کر کے مجھے یقین ہوگیا کہ اب ساری زندگی کبھی کوئی مخالفت نہیں کرے گا اور پھرایسا ہی ہوا کہ پھرکبھی مجھے کسی کی دشمنی کا سامنانہیں کرنا پڑا۔

☆ بہن کے گھر والد صاحب کی روحانی موجودگی:

۲۰۱۹ء میں بیرون ملک سے واپس کراچی جانے کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ بہن شدید بیمار ہیں لہٰذا میں ان سے ملنے گئی تو طبیعت تو بہتر تھی مگر کمزوری لاحق تھی۔ میں ان کے گھر ٹھہر گئی خواب میں والد صاحب کو دیکھا کہ بہن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی والد صاحب بھانجے کے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ''اب تم آ گئی ہو تو میں جا رہا ہوں۔'' میں نے کہا کہ رک جائیں! تو فرمانے لگے کہ ''بے بی بیمار تھی اور اکیلی تھی (بھانجا اور بہنوئی بیرون ملک میں تھے) تو داتا صاحب نے مجھے بھیج دیا تھا کہ جا کر بیٹی کی خبر لو! میں اس کے پاس ہی رہ رہا تھا اور پڑھ پڑھ کے دم کر رہا تھا۔ اب تم آ گئی ہو تو اس کا خیال کرو اور مجھے اب روحانی ڈیوٹی پہ جانا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

☆ خواب سن کر بہن کی حیرانگی:

جب صبح اٹھ کر بہن کو ابو جان کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ کہنے لگیں کہ ''مجھے یہ احساس تو ہوتا تھا کہ میں اکیلی نہیں ہوں اور کچھ دنوں سے خود بخود طبیعت بھی ٹھیک ہونا شروع ہو گئی تھی تو میں نے ان کو تسلی دی کہ کبھی خود کو اکیلا مت سمجھیں۔ ہمارے والدین روحانی طور پر ہماری خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔

☆ والدہ صاحبہ اور ملاواں شریف:

میری والدہ صاحبہ ملاواں شریف میں پیدا ہوئیں۔ ننھیال صفی پور کے معزز خاندان سے اور ددھیال مخدوم دادا میاں و مولانا باباؒ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ والدہ صاحبہ کی دینی تربیت دادی صاحبہ اور ان کی بھاوج (مولانا بابا کی پوتی صاحبہ) نے کی۔ لڑکپن میں والد صاحب کے سائے سے محروم ہو گئیں لہٰذا دنیاوی تعلیم بھائیوں کی وساطت سے حاصل کی۔ پاکستان ہجرت کرنے کے چند سال بعد کراچی میں خالہ زاد سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔ ہم چار بھائی بہنوں کی تعلیم و تربیت میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ والدہ صاحبہ نے نہایت ہی سادہ زندگی بسر کی۔ گھر میں جب بھی مہمان آتے تو والدہ صاحبہ کا سلیقہ اور ہم

بچوں کا رویہ دیکھ کر بڑی تعریف ہوتی تھی۔ والدین کی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی بھی قابل تحسین تھی کہ کئی کئی دن مہمانوں کو ٹھہرانے کی روایت تھی۔ سارے رشتہ دار واحباب ہمارے گھر سے ہمیشہ خوش ہو کر رخصت ہوتے تھے۔ ہم چاروں بچوں کی شادیاں بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیں اور نانی و دادی کا رتبہ پایا۔

☆ پاگل کتے کے کاٹنے پر دم کرنے کا وظیفہ:

والدہ صاحبہ نے بتایا کہ نابالغ عمر میں ان کی دادی جان اور ملاواں والی اماں (مولانا باباؒ کی پوتی صاحبہ) نے اپنی نگرانی میں پاگل کتے کے کاٹنے پر دم کرنے کا وظیفہ چالیس دن تک کروایا اور جو وظائف پڑھائے جاتے وہ ان کے کمرے میں رہ کر وظیفہ پڑھتی رہی یہاں تک کہ مجھے وظیفہ یاد ہو گیا۔

☆ وظیفہ پر عمل:

وظیفہ سیکھنے کے بعد جب کبھی کتے کا زخم خوردہ شخص لایا جاتا تو وظیفہ پڑھ کر پانی پہ دم کر کے زخم والی جگہ پر اپنے منہ سے دم والے پانی کی تین کُلیاں کرتی تھی اور نمک کی چھوٹی سی ڈلی چوس کر اس کو صبح و شام نمک چوسنے اور تین دن تک دم کروانے کے لئے بلوایا جاتا تھا۔

☆ مرتے دم تک فیض عام جاری رہا:

والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ نابالغ دور میں تو ہم بڑے شوق سے وظیفہ پڑھتے اور کتے سے زخم کھائے ہوئے لوگوں پر دم کرتے تھے مگر جب بالغ ہو کر پردہ کرنے لگے تو دادی صاحبہ سے کہتی کہ آپ دم کر دیں تو وہ فرماتیں کہ:

> ''بیٹا ہم نے اب یہ وظیفہ تم کو بخش دیا ہے۔تم ہی ساری زندگی اس وظیفہ کے ذریعے لوگوں کو فیض پہنچاؤ۔''

لہٰذا والدہ صاحبہ نے ساری زندگی اس وظیفے کے ذریعے کتے کے کاٹے کا روحانی علاج کیا اور اپنے آباؤ اجداد کا فیض لٹاتی رہیں۔ جب آپ والدہ صاحبہ دنیا سے رخصت ہو گئیں

تو والد صاحب اکثر ان کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھنے جاتے تھے۔ایک مرتبہ آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ تمہاری والدہ کی قبر بارش کے بعد دھنس گئی ہے اور قبر کی سلیپ بھی ٹوٹ کر گر گئی ہے۔لہٰذا قبر کی مرمت کروانے کے لئے مستری کو ساتھ لے کر گئے۔

☆ مستری کا دعا مانگنا:

مستری نے جب ٹوٹی ہوئی سلیپ ہٹائی اور والدہ صاحبہ کا جسم مبارک سلامت دیکھا تو کھڑے ہو کر دعا مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ ''آپ کی زوجہ تو بڑی نیک خاتون تھیں کہ ان کا تو جسم مبارک سلامت ہے۔'' پھر تو اس نے خوب پختگی سے قبر کی مرمت کی اور والد صاحب نے قبر کے کنارے پودا لگایا تا کہ قبر مبارک سایہ دار ہو جائے۔

☆ والدہ صاحبہ کی زندگی سے حاصل کردہ سبق:

اس واقعہ کا پتہ چلنے کے بعد میں نے اپنی والدہ صاحبہ کی زندگی پر غور کیا تو مجھے ان کی یہ بات یاد آئی کہ ہمیشہ اپنے دل کو آئینہ کی طرح صاف رکھو۔اگر کبھی کسی کی طرف سے دل میں میل آ جائے تو اس شخص کو بتا کر دل کو صاف کر لیا کرو یوں منافقت اور ریاکاری سے بچی رہو گی۔

الحمدللہ! جب کبھی کسی کا رویہ مجھے تکلیف دیتا ہے تو میں اپنی ناراضگی ظاہر کر کے گفتگو کر کے اپنے دل کا میل تو صاف کر لیتی ہوں مگر پھر آئندہ کے لئے محتاط رویہ اختیار کر کے فاصلے پر ہو جاتی ہوں تا کہ دوبارہ دلی تکلیف نہ پہنچے اور دل میں میل نہ آئے۔

☆ لاہور کی رہائش گاہ پہ نورانی محفل:

اس کتاب کا مواد تحریر کرنے کے دوران مجھے ہمیشہ یہی فکر رہی کہ جو بھی مواد دائرۂ تحریر میں لاؤں اس میں کوئی کمی و کجی نہ رہ جائے اور مبالغہ آرائی بھی نہ ہو۔جو جو حقیقی واقعات ہیں بس وہی کتاب میں شامل کروں لہٰذا روزانہ پانچوں نمازوں کے بعد اور خصوصی طور پر عشاء اور تہجد کے نوافل کے بعد کتاب کے بارے میں دعا کر کے سوتی ہوں کہ میرے اس کام سے مولانا باباؒ اور اہل خانقاہ خوش رہیں نیز یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

رجب کی پہلی شب خواب دیکھا کہ گھر کے باہر مردوں کی نورانی محفل ہو رہی ہے۔

والد صاحب مہمانوں کو خوش آمدید کہہ کر بٹھا رہے ہیں۔ رات بارہ بجے کے بعد کا ٹائم ہے۔ گھر کے دروازے کے پاس والدہ صاحبہ بھی استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ جس کو گھر کے اندر بھیجنا ہے تو والد صاحب ان کو والدہ صاحبہ کے پاس بھیجتے ہیں اور پھر وہ اپنا بیگ کمرے میں رکھ کر تھوڑی دیر بعد انوکھی خوشبو کے ساتھ نوری محفل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر طرف مسحور کن خوشبو پھیلی ہوئی ہے اور ذکر و اذکار، حمد و نعت خوانی اور دینی تقاریر پر جوش انداز میں جاری رہتی ہیں۔ میں امی جان سے پوچھتی ہوں کہ یہ منقبت کون پڑھ رہا ہے؟ تو وہ بتاتی ہیں کہ ''ارے! یہ تو سرکار بھولے میاں کی آواز ہے۔ وہ منقبت پڑھ رہے ہیں اور تمہارے ابو جان نے بتایا ہے کہ بڑے بابا اور چھوٹے بابا بھی محفل میں آ چکے ہیں۔ چھوٹے باباؒ رجب کی فضیلت بیان کریں گے اور بڑے باباؒ بتائیں گے کہ کون کون سے وظائف پڑھنے ہیں۔

نوری محفل سحری کا وقت ہونے تک جاری رہی۔ جب محفل اختتام پذیر ہوئی تو سب کو کھانے کے خوان پیش کئے گئے۔ آخر میں والد صاحب نے سب مہمانوں کو رخصت کیا اور والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ چلو اب ہم بھی واپس چلتے ہیں۔

میں الارم بجنے پر اٹھتی ہوں تو بڑی انوکھی سی خوشبو ابھی تک گھر میں پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ٹائم دیکھتی ہوں تو چار بج رہے ہوتے ہیں۔ سحری کھا کے رجب کا پہلا روزہ رکھتی ہوں اور فجر و اشراق ادا کر کے کچھ دیر آرام کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو جاتا ہے۔ نماز پڑھ کر مدرسہ پڑھانے جانے کے لئے گھر سے باہر نکلتی ہوں تو پڑوسن دروازے کے باہر ہی ملتی ہیں، کہتی ہیں کہ رات کو آپ کے گھر کی کھڑکی سے روشنی کی کرنیں آسمان تک جا رہی تھیں اور بڑی پیاری خوشبو آ رہی ہے۔ کیا پڑھتی ہیں آپ مجھے بھی بتائیے۔ میں حیران ہو جاتی ہوں اور ان کو تہجد میں اٹھنے اور نوافل پڑھنے کا کہہ کر مدرسہ پڑھانے چلی جاتی ہوں۔ پڑھائی کے دوران بھی ایک خاص کیفیت سے دوچار رہتی ہوں کہ اس کیفیت سے باہر آنے کو دل ہی نہیں چاہتا ہے۔ حالانکہ مدرسہ کے اور گھر کے دیگر کام بھی سرانجام دیتی ہوں۔ مگر وہ پُرنور محفل، وہ امی، ابو کا آنا اور چلے جانا نیز عجیب سی خوشبو کا اثر دل و دماغ پہ طاری رہتا ہے۔ جیسے ہی سارے کام نبٹاتی ہوں اور

فرصت ملتے ہی پھر اسی کیفیت میں ڈوب جاتی ہوں۔ پھر آہستہ آہستہ دل کو اطمینان وسکون ملتا ہے کہ گنج مراد آباد کے سارے بزرگ مجھ سے راضی ہیں جبھی تو انہوں نے یہاں محفل جمائی تھی اور پھر بڑے ذوق وشوق سے کتاب کے تحریری کام میں مشغول ہو جاتی ہوں۔

☆ مولانا باباؒ کی شان میں منقبت گوئی:

مئی ۲۰۲۴ء کے ایام تھے۔ خواتین کے میلاد کی ایک نجی محفل میں خواجہ غریب نوازؒ، حضور غوث پاکؒ، داتا علی ہجویریؒ کی شان میں منقبت پڑھتے ہوئے میری زبان سے مولانا باباؒ کی شان میں منقبت جاری ہوئی تو محفل میں میرے ساتھ ساتھ تمام حاضرین پہ وجد طاری ہو گیا اور جب گھر پہنچی تو دل ودماغ کی کیفیت وجد میں ہی ڈوبی رہی۔ بار بار زبان پہ بس یہی تکرار تھی کہ:

مقدر سے ہوا ہے در میسر فضل رحمٰں کا
بڑا احسان ہے ہم عاصیوں پر فضل رحمٰں کا

کئی دنوں تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ دن رات لہک لہک کر پڑھتی رہتی تھی کہ:

بروز حشر میری بس یہی پہچان ہے مولا
پکارا جائے مجھ کو کہہ کے نوکر فضل رحمٰں کا
بریلی کے رضا بھی فیض لینے کو چلے آئے
زمانے بھر میں ذکر خیر سن کر فضل رحمٰں کا
شاہِ صدیق اکبر سے ہے ان کا خون کا رشتہ
زمانے والو دیکھو تو مقدر فضل رحمٰں کا
چلو گنج مراد آباد میں اظہار اور دیکھو
ہے ہر اک لاڈلہ مثل گل تر فضل رحمٰں کا

☆ والدہ صاحبہ کا خواب میں تشریف لانا:

اسی دوران ایک رات والدہ صاحبہ خواب میں فرمائش کرنے لگیں کہ ”مجھے بھی وہ

منقبت سناؤ جوتم آج کل روزانہ پڑھ رہی ہو۔''

میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو فرمانے لگیں کہ ''بھولے میاں سرکار پڑھ رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ آپ کی بیٹی صاحبہ روزانہ لہک لہک کر یہ منقبت پڑھ رہی ہیں، جائیے اور ان سے بھی سن لیجئے!''

میں تو خوشی سے جھوم اٹھی اور پھر سرشاری کی کیفیت میں بار بار منقبت سنائی اور وہ بار بار یہی کہتی رہیں کہ ''پھر سناؤ'' صبح جب بیدار ہوئی تو ایسا لگا کہ والدہ صاحبہ بھی یہی منقبت پڑھ رہی ہیں کیونکہ انہیں چھوٹی عمر سے قوالیاں اور منقبت پڑھنے کا شوق تھا۔ جب وہ حیات تھیں تو بتاتی تھیں کہ صرف ایک بار سن کر ہی قوالیاں اور منقبت یاد ہو جاتی تھیں اور ہر وقت زیر لب پڑھتی رہتی تھیں پھر جب گنج مراد آباد جاتی تھیں تو بڑے بابا حضرت مولانا رحمت اللہ میاں (والدہ صاحبہ کے پھوپھا جان) پوچھتے تھے کہ کیا پڑھ رہی ہو؟ مجھے بھی سناؤ! تو ان کو بھی بڑے جذب کے عالم میں قوالیاں سناتی تھیں اور اکثر ایک مصرعہ کی تکرار بڑے بابا کو بہت پسند تھی کہ:

''دنیا سے کنارہ کرتو لیا، اس در سے کنارہ ہو نہ سکا''

والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ بڑے بابا کو یہ مصرعہ اتنا پسند تھا کہ کہتے تھے کہ پھر سناؤ اور پھر خوش ہو کر پوچھتے تھے کہ آج کیا کھاؤ گی؟ اور پھر پسند کا کھانا بنوا کر کھلاتے تھے۔

نانا جان (سید ابرار حسین) کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ کی فیملی زیادہ تر بڑے بابا کے پاس رہتی تھی اور ان کی نوعمری کا زمانہ بڑے بابا اور چھوٹے بابا کے زیر سایہ گزرا تھا۔

☆ میری پیاری نانی جان (افضل النساء):

ماں باپ کے بعد سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہستی میری پیاری نانی جان صاحبہ تھیں جب تک وہ حیات رہیں ان کا مسکراہٹ سے بھرپور نورانی چہرہ اور ملاواں شریف و گنج مراد آباد شریف میں گزارے ہوئے ایام کا ذکر مجھے مقناطیس کی طرح اپنی جانب کھینچ لیتا تھا۔

میری زندگی کے ابتدائی اُنتیس سالوں میں ان کی زبانی سنے ہوئے واقعات آج بھی سنہری یادیں بن کر میرے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔

☆ ایک جن کو جلانے والا واقعہ:

جب میری نانی جان بیوہ ہوگئیں تو ایک جن اُن پر عاشق ہوگیا مگر کبھی ظاہر ہو کر سامنے نہ آیا لیکن جب نانی جان ہجرت کر کے کراچی رہائش پذیر ہوگئیں تو کئی سال بعد وہ جن بھی کراچی آ کر ان کے خواب میں ظاہر ہوا کہ میں تو ملاواں سے ہی تم پر عاشق تھا اب میرے سردار جن نے مجھے آزاد کیا تو تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ میری نانی صاحبہ تو مولانا باباؒ کی پوتی، عابدہ بی بی (بڑے بابا کی بڑی بہن) کی صحبت میں ملاواں میں زندگی گزار کر آئی تھیں لہٰذا انہوں نے فوراً روحانی طور پر ان سے رابطہ کیا تو ملاواں والی اماں (یعنی عابدہ بی بی صاحبہ) نے چالیس دن تک سورۂ جن پڑھنے کا وظیفہ بتایا۔

نانی جان بتاتی تھیں کہ میں نے سورہ جن کا وظیفہ شروع کیا تو کچھ دن بعد اس جن کا جسم آگ میں بھڑکتا ہوا نظر آیا مگر وہ لنگڑا لنگڑا کر خواب میں آتا رہا اور کہتا رہا کہ ''مجھے مت جلاؤ! میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا۔'' مگر نانی صاحبہ نے وظیفہ ترک نہ کیا کیونکہ مولانا باباؒ کی پوتی صاحبہ نے وظیفہ جاری رکھنے کا حکم دیا تھا۔

جب اس جن کے ہاتھ پیر جل گئے تب بھی وہ خواب میں دھڑ کے ساتھ نظر آتا رہا پھر سر کے بل نظر آیا یہاں تک کہ ٹھیک چالیس دن کا وظیفہ پورا ہونے پر وہ جن جل کر غائب ہوگیا اور پھر زندگی بھر کبھی خواب میں دوبارہ نظر نہ آیا۔

درج بالا واقعہ سن کر سورۂ جن کی اثر انگیز تاثیر میرے ذہن میں ایسی بیٹھی کہ آج بھی قرآن پاک پڑھتے ہوئے جب سورۂ جن کی تلاوت شروع کرتی ہوں تو مولانا باباؒ کی پوتی صاحبہ کی توجہ اور نگرانی میں نانی صاحبہ کا سورۂ جن کا وظیفہ یاد آ جاتا ہے۔

☆ نانی جان کی ساس توقیر النساء صاحبہ:

آپ مولانا باباؒ کی ننھیالی رشتہ دار تھیں۔ ان کے بھائی کی شادی مولانا باباؒ کی پوتی صاحبہ (عابدہ بی بی) سے ہوئی تھی اور توقیر النساء صاحبہ کی بیٹی، مسیحا بی بی کی شادی مولانا بابا کے بڑے پوتے (رحمت اللہ میاں) بڑے بابا سے ہوئی تھی۔

یہ سارا گھرانہ ملاواں شریف محلہ اونچا ٹولہ کی حویلی میں رہائش پذیر تھا اور مخدوم دادا حضرت مصباح العاشقینؒ کے عرس کے دنوں میں زائرین کی خدمت گزاری کے لئے مشہور تھا۔

جب میری نانی جان صاحبہ صفی پور سے رخصت ہو کر ملاواں شریف آئیں تو ان کی ساس صاحبہ اور ان کی بھابی صاحبہ بیوہ تھیں ایک ساتھ رہتی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے کئی واقعات نانی صاحبہ کو سنائے تھے جن میں سے ایک واقعہ میں درج کر رہی ہوں جس کو پڑھ کر اس گھرانے کی خواتین کے روحانی درجات کا اندازہ بڑی اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے بزرگانِ دین سب سے پہلے اپنے گھر کی خواتین، بچوں اور خادماؤں کی روحانی تربیت کرتے تھے پھر گھر کے باہر کے لوگوں پر اپنی توجہ ڈال کر انہیں روحانیت کے مدارج طے کرواتے تھے۔

☆ ایک چھپکلی سے گفتگو:

یہ واقعہ توقیر النساء صاحبہ نے میری نانی صاحبہ کو بتایا تھا کہ عرس کے دنوں میں خواتین رشتہ دار زنان خانے میں ٹھہری ہوئی تھیں جب عرس کے ایام ختم ہو گئے اور تقریباً تمام مہمان رخصت ہو گئے تو ان کی صرف ایک بہن صدیقن بی بی رہ گئی تھیں وہ دونوں بہنیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک کمرے کی دیوار پر ایک غیر معمولی موٹی تازی چھپکلی نظر آئی۔

صدیقن دادی بڑی ہنس مکھ اور خوش مزاج تھیں۔ چھپکلی کو دیکھ کر ان کی باتوں کا رخ بدل گیا۔ کہنے لگیں ''اچانک کہاں سے آئی ہو؟ کدھر رہتی ہو؟ ہم تمہاری کیا میزبانی کریں؟ تم تو چھپکلی کے روپ میں ہو! بڑی خوبصورت لگ رہی ہو، جیسے تم یہاں آئی ہو کبھی ہمیں بھی اپنے گھر دعوت پہ بلاؤ، ہم بھی آئیں گے۔'' وغیرہ وغیرہ۔

تھوڑی دیر چھپکلی سے دونوں بہنیں مخاطب ہو کر باتیں کرتی رہیں اور پھر دوبارہ آپس میں باتوں میں مشغول ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد نگاہ اٹھا کے دیکھا تو چھپکلی غائب تھی۔ دونوں حیران ہوئیں کہ اتنی جلدی کہاں چلی گئی؟ اور چند دن بعد وہ دونوں یہ واقعہ بھول گئیں۔

☆ چھپکلی نما جناتن کا دعوت میں بلانا:

ایک رات حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو چار کہار ڈولی نما سواری کے ساتھ فرمانے لگے کہ ''اندر حویلی میں دو بیبیاں رہتی ہیں۔ان کو ہماری مالکن نے عورتوں کی دعوت میں بلایا ہے۔ان سے کہئے کہ تیار ہو جائیں ہم انہیں سواری میں بٹھا کے لے جائیں گے اور جب دعوت ختم ہو گی تو واپس چھوڑ جائیں گے۔ ہماری مالکن نے کہا ہے کہ دعوت میں آنے سے انکار نہ کریں بلکہ ضرور شرکت فرمائیں کیونکہ ان دونوں نے خود کہا تھا کہ کبھی ہمیں دعوت میں بلانا۔اس لئے ہم حاضر ہوئے ہیں۔

جب یہ خبر دونوں خواتین کو ملی تو وہ حیران ہو گئیں کہ کہاں سے اتنی رات کی دعوت کا پیغام آ گیا ہے؟ خیر آپس میں مشورہ کر کے سوچا کہ چلو تیار ہوتے ہیں، جا کر دیکھتے ہیں کہ کس بزرگ یا مریدنی کے گھر سے بلاوا آیا ہے۔ پھر وہ دونوں تیار ہو کر دو خادماؤں کے ساتھ پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں۔ آبادی ختم ہوتے ہی پالکی ہوا میں اُڑتی ہوئی لمحوں میں ایک عالیشان محل کے پھاٹک پہ اتار دی گئی۔ محل کی خادمائیں انہیں لینے باہر آئیں اور اندر جا کر دیکھا تو ہر طرف عورتوں اور بچوں کی چہل پہل تھی اور ایک حسین عورت نوزائیدہ بچے کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔

خادمہ نے تعارف کرایا کہ یہ ہماری مالکن ہیں۔ آپ دونوں نے کہا کہ ''ہم نے آپ کو پہچانا نہیں۔ آپ کون ہیں؟'' تو انہوں نے کہا کہ میں جناتن ہوں' انسانوں کی بستی سے گزر رہی تھی تو چھپکلی کے روپ میں آپ کی حویلی کی دیوار پہ آرام کر رہی تھی تو آپ دونوں نے مجھ سے کہا تھا کہ کہاں سے آئی ہو؟ کدھر رہتی ہو؟ تمہاری میزبانی کیسے کریں؟ تم تو چھپکلی ہو۔ کبھی ہمیں بھی دعوت میں بلاؤ۔ لہٰذا میرا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ محل میں خاص دعوت ہے اس لئے آپ دونوں کو بھی بلا لیا ہے۔ پھر انہوں نے آپ دونوں کو انسانوں والے کھانے پیش کئے اور باقی مہمان جناتوں والے کھانوں میں مصروف ہو گئے۔ جب آپ دونوں نے ملکۂ جناتن کو تحائف پیش کئے تو ملکہ نے بھی آپ دونوں کو ہیرے جواہرات پیش کئے اور یوں پالکی اور کہاروں کے ذریعے راتوں رات آپ دونوں معہ خادماؤں کے واپس حویلی پہنچ گئیں۔ نانی جان فرماتی تھیں کہ ملاواں

شریف میں خادمائیں نسل درنسل خدمت گزاری کررہی تھیں اورحویلی کے دین دارو روحانی ماحول میں پرورش پاکروہ سب بھی بڑی عبادت گزار خادمائیں تھیں۔

☆ ایک دفعہ شب معراج کی شب بیداری میں حویلی کی خواتین چھوٹے بچوں کوسلا کر بعد نمازعشاوظائف، ذکرواذکارونوافل کی ادائیگی میں مشغول تھیں جب معراج نامہ بلند آواز میں پڑھا گیاتو سب خواتین پر وجد طاری ہوگیا۔اس دوران ایک خادمہ کھلے صحن میں لکڑی کے چولھے پر کھانا پکانے لگی کہ جس جس نے روزہ رکھنا ہواس کے لئے سحری کااہتمام ہوجائے۔

☆ حویلی کی خادمہ کا جاگتی آنکھوں سے حضور پُرنور ﷺ کی سواری دیکھنا:

جیسے ہی ہانڈی پک کر تیار ہوئی اور خادمہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو اسے ایک دم غیر معمولی روشنی اور چمک نظر آئی۔سر اٹھا کے جو دیکھا تو آسمان پر ہرطرف روشنی ہی روشنی تھی۔پھر حضور پُرنور کی سواری معہ نورانی مخلوق پر نظر پڑتے ہی اس نے شور مچایا کہ بی بی جی! جلدی آؤ! آسمان پہ دیکھو! سواری دیکھو! ساری خواتین صحن میں آئیں تو آسمان پر ہرطرف چمک ہی چمک تھی مگر سواری جاچکی تھی۔صرف خادمہ کو ہی سواری نظر آئی۔ باقی خواتین نورانی آسمان ہی دیکھ سکیں۔ سبحان اللہ!

میری نانی و دادی جان دونوں آپس میں بہنیں تھیں۔ جب گھر کی تقریب میں اکٹھا ہوتیں تب ہم سب بہن بھائی ان سے تمام واقعات سنتے یوں بار بار سن کر ہم سب کو یاد ہوگئے اور شب معراج ستائیسویں شب کو ہوتی ہے اس پر ہمارا ایمان بچپن ہی سے پختہ ہوگیا تھا۔

☆ بہن کو ملا بڑے بابا سے فیض:

ہجرت پاکستان کرنے کے چند سال بعد میرے ننھیال والے پرمٹ لے کر ملاواں شریف رشتہ داروں سے ملنے گئے۔ پھر وہاں سے مولانا بابا کی درگاہ پہ حاضری دینے کے لئے بڑے بابا (میری والدہ صاحبہ کے پھوپھا جان) کے گھر گنج مرادآباد میں جا کر ٹھہرے تھے۔

پھوپھا رحمت اللہ میاں صاحب نے میری والدہ اوران کی گود میں بچی کو دیکھ کر بے حد

خوشی کا اظہار کیا اور خوشی و مسرت کے آنسوؤں کے ساتھ میری بہن کو گود میں لیا۔ ایک کھجور اپنے منہ میں چبا کر کھلائی اور دعائیں پڑھ کر ان پہ دم کیا۔

الحمدللہ! چھوٹی سی عمر میں بہن کو بڑے بابا کی گود اور پیار بھری نگاہِ التفات کا فیضان نصیب ہوا جس کی برکت سے انہوں نے زندگی کا لمبا عرصہ مدرسۂ فیض نورانی سے منسلک ہو کر گزارا۔ آج بھی بڑے بابا کا فیض ان سے جڑی ہوئی خواتین میں جاری و ساری ہے۔

☆ **بیٹے کو ملا نانا جان کی طرف سے اشارہ:**

یہ خواب میرے بیٹے (فضل رحمٰن) نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ کسی کام کو کرنا چاہ رہا تھا مگر شش و پنج میں مبتلا تھا کہ کروں یا نہ کروں۔ اسی دوران اس کو خواب میں نانا جان سفید لباس میں ملبوس میرے ساتھ کھڑے ہوئے نظر آئے اور بیٹے کو منع کرنے کا اشارہ کیا تو وہ سمجھ گیا کہ جس کام میں شک و شبے میں مبتلا ہے وہ کام نہیں کرنا ہے۔ پھر اس نے دوسرے کام کو کرنا شروع کیا تو اسے بہت اچھی کامیابی ملی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ نسل در نسل بزرگان کی رہنمائی جاری و ساری ہے۔

☆ **خلاصۂ تحریر:**

الغرض ملاواں اور گنج مراد آباد سے ہجرت کر کے آنے والے خاندانی بزرگوں اور والدین کے زیر سایہ ایسی روحانی تربیت پروان چڑھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی روحانی رابطہ قائم رہا۔ جب تک کراچی میں رہائش پذیر رہی خواتین کے دینی اجتماعات میں شرکت روحانی سکون کا باعث بنی رہی اور پھر لاہور میں سکونت اختیار کرنے کے بعد قدرت نے ایسی نیک اور دین دار خواتین کی رفاقت عطا کی کہ جن کی رہنمائی نے میری روح کو جلا بخشی۔ مجھے اللہ و رسول کا پیغام عورتوں اور بچیوں تک پہنچانے کی راہ پہ گامزن کیا۔

تا حال میں ان ہی خواتین اور مدرسہ سے جڑی ہوئی ہوں۔ قرآن کلاس لیتی ہوں اور خواتین کے مدرسہ سے منسلک ہو کر قرآن پاک، تجوید و ترجمہ سے پڑھا رہی ہوں۔ ساتھ ساتھ خواتین کے مختلف مسائل بھی دینی لحاظ سے حل کرنے میں معاونت کرتی رہتی ہوں۔

زندگی میں جب کبھی بڑے پیمانے پر کوئی کام کرنا درپیش ہوتو اپنے رب سے مدد اور اشارات طلب کرتی ہوں کہ مجھے القاء ہوجائے یا کسی طرح کوئی اشارہ مل جائے تاکہ اپنے کام کو بخوبی انجام دے سکوں۔

الحمدللہ! کبھی خاص کیفیت میں جاکے میرے دل و دماغ میں ضرور ایسی بات سما جاتی ہے کہ جس کے ذریعے مجھے رہنمائی مل جاتی ہے۔ کبھی ملاواں اور گنج مراد آباد کے بزرگ میری روحانی مدد کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی والدین خواب میں آکر تسلی بخش مشورہ دے جاتے ہیں۔

اپنے خاندانی پس منظر کو دیکھتے ہوئے حضرت فضل رحمٰنؒ اور ان کی آل و اولاد کے ساتھ ساتھ اپنے بھی احوال لکھ کر ایک مختصر سی کتاب تحریر کی ہے۔ نیز ان ہی بزرگوں سے روحانی طور پر رہنمائی حاصل کر کے دعا بھی مانگتی رہی ہوں کہ کوئی بھی واقعہ، مشاہدہ بیان کرنے میں اگر لرزش ہوتو قلم رک جائے اور میں صرف درست باتیں ہی دائرہ تحریر میں لاؤں۔

امید ہے کہ قارئین کرام کو میری یہ کاوش پسند آئے گی اور روحانی بزرگوں کی رہنمائی میں روحانیت کے سفر میں قدم رکھنے والوں کے لئے معاون ثابت ہوگی۔

اِس کتاب ''شمعِ رحمانی'' کا مواد لکھنے میں سب سے زیادہ میں اپنے والدین، نانی و دادی جان، ماموں و چچا جان، پھوپھی و خالہ جان وغیرہ کی مشکور ہوں جنھوں نے میرے بچپن سے لے کر جوانی تک جو واقعات زبانی سنائے اور بار بار سناتے رہے جس کی وجہ سے مجھے ذہن نشین ہوئے اور ان واقعات کی تائید دیگر رشتہ داروں نے بھی کی ان میں سے بھی چیدہ چیدہ واقعات ہی دائرۂ تحریر میں لائی ہوں۔ مولانا باباؒ اور ان کے ہم عصروں کے مختلف موضوعات پر مبنی تحاریر نے بھی مجھے اس طرف مائل کیا کہ انہیں قلمبند کیا جائے۔ کیونکہ میرا پیشہ استانی تھا لہٰذا مجھے ہمیشہ سے کتب بینی کی عادت رہی۔ جس کے ذریعے مولانا باباؒ کے حالات زندگی پر مبنی مختلف مصنفوں کی کتب پڑھنے کے مواقع ملے جو ''شمعِ رحمانی'' کو لکھنے اور ترتیب دینے میں مددگار ثابت ہوئے۔ کتب کے نام درج ذیل ہیں:

☆☆☆

"کتابیات فضل رحمانی"

افضال رحمانی: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
رحمت ونعمت: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
کسوٹی: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
احوال وآثار مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ: رضاالحسن
تبصرہ برتردید تذکرہ: مولانا شاہ احمد الرحمٰن عرف محمد میاںؒ
مجموعۂ رسائل: نواب سید نورالحسن خان بھوپالی
اویسِ زماں: جناب یٰسین اختر مصباحی
مصباح العاشقین: سید ظہور احمد شاہ جہاں پوری
ذکررحمانی: قاضی محمد ابراراحمد رحمانی
حالات مولانا فضل رحمٰنؒ: حکیم رفیق احمد جلال آبادی
مسالک السالکین۔ جلد دوم: مولوی عبدالستار بیگ

نوٹ: کتابیات فضل رحمانی کے علاوہ دیگر معاملات و واقعات معتبر اہل سلسلہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔

☆☆☆

''کتابیات فضل رحمانی''

- افضال رحمانی: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
- رحمت ونعمت: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
- کسوٹی: حضرت شاہ افضال الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ
- احوال و آثار مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ: رضا الحسن
- تبصرہ بر تردید تذکرہ: مولانا شاہ احمد الرحمٰن عرف محمد میاںؒ
- مجموعۂ رسائل: نواب سید نور الحسن خان بھوپالی
- اویسِ زماں: جناب یٰسین اختر مصباحی
- مصباح العاشقین: سید ظہور احمد شاہ جہاں پوری
- ذکر رحمانی: قاضی محمد ابرار احمد رحمانی
- حالات مولانا فضل رحمٰنؒ: حکیم رفیق احمد جلال آبادی
- مسالک السالکین۔ جلد دوم: مولوی عبد الستار بیگ

مکتبۃ القیوم
ملک جلال دین ہسپتال ۱۵۔ اُردو بازار لاہور